بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ صدارت

اجلاس آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دھلی

منعقدہ

بتاریخ ۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء

از

عالیجناب الحاج رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلی فاروق بالقابہ

حسب فرمایش آنریری سکرٹری صاحب کانفرنس مذکور

باہتمام خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس ککی دروازہ لاہور میں چھپکر شائع ہوا

خطبۂ صدارت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۗ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۗ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ اٰمین

جنابِ صدرِ استقبالیہ کمیٹی و برادرانِ اسلام!

اس اہم مجلس برادرانِ ملیہ کی صدارت کے لیے مجھے انتخاب کیا گیا۔ حالانکہ دوسرے مسلمان ایسے ہیں۔ جو اس کرسی کے لیے مجھ سے زیادہ موزوں تھے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ بہت ایسے نہ ہوں جو مجھ سے زیادہ اس امر کے متمنی ہوں کہ ہمارا مذہب زیادہ تر واضح اور صحیح طور پر دنیا میں سمجھا جائے۔ اور موجودہ حالت سے زیادہ اسکی قدر و منزلت کی جائے۔

میں آپکے ان مشفقانہ الفاظ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے میرے متعلق ارشاد فرمائے ہیں کاش! میں ان کا مستحق ہوتا۔ مجھے آج کسقدر مسرت ہے کہ میں اپنے مسلم بھائیوں میں اپنے آپکو پاتا ہوں۔ اور جس دن سے میں نے اعلان اسلام کیا میری یہ دلی خواہش تھی کہ اپنے مسلم بھائیوں سے ملوں۔ اور اُن سے ذاتی تعارف کا شرف حاصل کروں۔ اور اس کانفرنس کے منتظمین کا میں نہایت ہی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اُس عظیم الشان کام کی جو مجھے نہایت عزیز اور پیارا ہے صدارت کے لیے مجھے منتخب کرکے میری اُس دیرینہ خواہش کی تکمیل کا میرے لیے موقع پیدا کر دیا۔

اشاعت اسلام کے کام سے مجھے جو دلی اُنس ہے وہ صرف اس وجہ سے نہیں کہ میں خود اسلام کی صداقت پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور میں طبعًا چاہتا ہوں کہ دوسرے بھی میرے معتقدات کے ہمنوا ہوں

بلکہ اسکی حقیقی وجہ یہ ہے اور اسپر پورا ایمان کامل ہو کر اسلامی اصولوں کی نشرواشاعت انسانی ترقیات کی موجب۔ اور تمام نسل انسانی کے ساتھ سچے ہمدردانہ جذبات پیدا کرنے کا باعث ہوسکتی ہے۔

دنیا میں آج ہر شخص صلح و امن کا متلاشی ہے مگر امن کہیں بھی پایا نہیں جاتا۔ ایک قوم دوسری قوم کے بالمقابل اور ایک ملک دوسرے ملک کے خلاف برسر پیکار ہے۔ قومی۔ لونی۔ ملکی اور لسانی تعصبات۔ انسانیت کا خون کر رہے ہیں۔ مادیت پرستی۔ اور اسکے طبعی نتائج یعنی تنگ ظرفی۔ عصبیت۔ حرص۔ حسد اور نفرت۔ الغرض تمام وہ چیزیں جو قلب انسانی کے حسن کو ملیامیٹ کر دینے والی ہیں۔ فضائے عالم کو اپنے بدترین تاثرات کی وجہ سے مکدر و تاریک کرتی چلی جارہی ہیں۔ تہذیب حاضرہ اپنے جدید کارناموں کی وجہ سے اگرچہ رحمت الٰہی ہے۔ لیکن اُسے ظلم و ستم۔ جبر و تعدی کا آلہ کار بنالیا گیا ہے۔ مذہب اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر جگہ یہ غرض لیکر آیا کہ انسانیت کے بکھرے ہوئے عناصر کو ایک سلک میں منسلک کر دے۔ لیکن شومئی قسمت سے مذہب ہی نسل انسانی کی باہمی تشتت و افتراق و نفاق کا باعث ہو رہا ہے۔ اور اس وقت مذہب ہی نسل انسانی کے امن کی تباہی کا موجب ہو رہا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ مذہب اپنی اصلیت کے لحاظ سے ایسا ہی کہ اس سے فساد پیدا ہوں بلکہ اس لیئے کہ غلطی سے مذہب چند ناقابلِ عمل اور تحکمانہ معتقدات اور چند رسمیات کا مجموعہ بن گیا۔

بعض کا خیال ہو کہ مذہب محض اس بات کا نام ہے کہ کسی خاص طریق سے عبادت کر لی جائے یا کسی قسم کی نذر و نیاز۔ قربانی یا ریاضت شاقہ کے ذریعے خدا کو خوش کر کے دنیوی فوائد کو حاصل کر لیا جائے۔ بعض لوگ مذہب کی غرض و غایت یہ بھی سمجھتے ہیں کہ بعض خاص شخصیتوں کی مدح و توصیف بیان کی جائے اور کسی قومی ہیرو کے لیئے عالمگیر اطاعت کا خراج وصول کیا جائے کیونکہ اُن کے نزدیک انسانی نجات کے لیئے خدا اور انسان میں وہی وسیلہ ہے۔ بعض کفارہ کا گیت گاتے ہیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہو کہ قومی رسوم یا کسی خاص طرز زندگی کو مذہبی

معتقدات کا حصہ ٹھیرا لیا گیا ہے ۔

اب اگر مذہب کا یہی مفہوم ہے تو یہ دو قوموں کے بھی اتفاق کا موجب نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی بھی دو فرد ایسے نہ ملیں گے جو اِن امور کو ایک نگاہ سے دیکھ سکیں ۔

ہر قوم کے اپنے اپنے پیرو موجود ہیں۔ ہر ایک اپنی طرز معاشرت۔ عادات۔ طریق خیال سے شدید طور سے وابستہ ہے۔ گو یہ مذہبی نگاہ میں اہمیت رکھے یا نہ رکھے۔ فی الحقیقت ربانی مذہب تو ان چھوٹے چھوٹے قومی امتیازات و عصبیات سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ اور اگر لوگوں کے عادات کسی مذہبی صداقت کے نقیض واقع نہ ہوں۔ یا اخلاق عامہ کو تباہ نہ کریں تو مذہب کو ان میں دخل نہ دینا چاہیئے۔ مذہبی تعلیم سے تو ہر مذہبی پیشوا کے لیئے احترام پیدا ہونا چاہیئے۔ مذہب کا فرض ہے کہ دوسروں کے قومی بزرگوں کے خلاف زبان کھولنے سے روکے۔ ایسا ہی جو لوگ مذہب حقہ میں داخل ہوں۔ انہیں اجنبی امور سے جکڑا نہ جائے۔ البتہ اگر وہ امور اُسکے اساسی اصولوں کی ترویج کے لیئے ضروری ہوں تو پھر تو وہ لازمی ہو جاتا ہے ۔

جتنی چاہو کوشش کر لو۔ کل دنیا نہ ایک مذہب پر آسکتی ہے اور نہ ہر جگہ طرز زندگی یا طریق خیال ایک ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو قرآن کریم نے بھی قبول فرمایا ہے کہ دنیا میں روز آخرت تک ہر قسم کے مذہب و ملت جاری رہیں گے۔ اس لیئے مذہب حقہ کو ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ ایسے قومی امتیازات کی بنا پر بنی نوع انسان کے درمیان منافرت۔ بغض و عداوت کی آگ سلگا دے بلکہ اسے اپنے پیروؤں میں ایسی وسعت قلبی پیدا کرنی چاہیئے کہ دنیوی معاملات میں وہ دوسروں کے اختلافات میں روادارانہ نگاہوں سے دیکھیں۔ اسکے علاوہ مذہب کو اپنے پیروؤں کے اندر ایسی زندگی پیدا کرنی چاہیئے۔ جس کی وجہ سے مختلف مذاہب کے پیروؤں کے مابین ہم آہنگی۔ صلح و امن اور خوشگوار مفاہمت کا سلسلہ قائم ہو جائے۔ الغرض مذہب اس تطہیر قلب و اعمال حسنہ کا موجب ہو جانا چاہیئے۔ جس سے دوسرے اُس کی طرف کھنچے آئیں ۔

یہ مذہب میں نے قرآن عظیم اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں پایا

اور اس کا نام **اسلام** ہے۔ اس مذہب حقّہ کا نام کسی ملک یا قوم یا کسی شخصیت کے نام نہیں رکھا گیا۔ ان لحاظات کے ماتحت جو نام رکھا جائے گا وہ دوسروں کے تعصب کو ہی بھڑکائے گا ؞

اسلام کے معنی صلح و امن کے ہیں۔ اور وہ اسی لیے آیا ہے کہ دنیا میں امن کو قائم کرے اسلام سے مراد احکام الٰہی کی اطاعت و شفقت خلق اللہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسلام کی یہی تعریف کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ فی الحقیقت قرآن نے ایسے ہی احکام تجویز کیے ہیں کہ جن پر چلنے سے یہ امر حاصل ہوجاتے ہیں ؞

اسلام میں عبادات الٰہیہ خدمت خلق اللہ کی مترادف سمجھی گئی ہے۔ یوں تو محبت الٰہیہ ہی ہر مذہب و ملت کی روح ہے۔ مگر صاحب الصلوٰۃ والتسلیم نے اس حقیقت کو صحیح معنوں میں منکشف کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اگر خدا سے محبت کرنی چاہتے ہو تو اُس کی مخلوق سے محبت کرو" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بس نہیں فرمایا کہ کسی کی محبت اپنے ملک قوم تک محدود رہے آپکی نگاہ میں انسانی محبت کا دائرہ کل انسانوں کی محبت سے منطبق ہوجاتا ہے۔ آج دوسروں کی تضعیف میں قومی تقویت کو دیکھنا حُبِ قوم یا حُبِ وطن کا نام سمجھا گیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس لفظ کے یہ ذلیل معنی نہ تھے۔ آپؐ عالمگیر اخوت پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اور اسی امر کے معلم تھے۔ آپؐ کا کنبہ خدا کا کنبہ یعنی مخلوق الٰہی تھی۔ جس میں گورے اور کالے کی کوئی تمیز نہ تھی آپؐ نے اگر توحید پر زور دے کر اسکو اصلی معنوں میں سکھلایا۔ اور توحید کو ہی قصر اسلام کے کونے کا پتھر بنایا تو اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ خدائے اسلام معاذ اللہ شرک عالم کے باعث حاسد تھا۔ اللہ تعالیٰ تو اِس سے ارفع و اعلیٰ ہے ؞

الوہیت میں اعتقادِ شرکت یا قومی الٰہیں کی عبودیت ذہنی۔ اخلاقی اور روحانی تنزل کے علاوہ ایک قوم میں دوسری قوم کے خلاف اجنبیت، حسد، تکبر و نخوت کے اُن جذبات کو

پیدا کر دیتی ہے کہ جس سے اخوت انسانی کی تمام عمارت منہدم ہو کر کنبہ الٰہی منتشر ہو جاتا ہے۔

لہٰذا قرآن کریم نے ابتدا ہی میں جس خدا کا ذکر کیا ہے وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ یعنی تمام نسل انسانی کا پیدا کرنے والا۔ اور اسکو قایم اور برقرار رکھنے والا جو انسانوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتا اور جسکی رحمتیں و برکات، رنگ و قوم کی تمیز کے بغیر ہر انسان تک پہنچتی ہے جس نے ہر انسان میں ایک ہی قسم کی استعدادیں رکھ دیں جس نے ہر ایک انسان کو اُن استعدادوں کے نشو ونما کے لیئے یکساں مواقع دیئے۔ اگرچہ ان باتوں کے حصول میں انسانی نفسانیت اور طغیانِ طبع حائل ہو جاتا ہے۔

یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام نے ایمان بالتوحید کا سبق انسان میں مساوات پیدا کرنے کے لیئے سکھایا۔ اور وہ دن تمام نسل انسانی کے لیئے حقیقی خوشی کا دن ہوگا جب تمام دنیا اسلامی اصولِ مساوات مان لے گی۔ یہی وہ اصل چیز ہے جو تمام قومی۔ مذہبی اور ذاتی تعصبات اور متضاد رجحانات کو ملیامیٹ کر دے گی۔ اِسی وجہ سے قرآن کریم[۱] نے نہایت ہی پُر زور الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ تمام نسل انسانی خدا تعالیٰ کا ایک ہی کنبہ ہے۔ اسکے اندر خیالات اور معتقدات کا اگر اختلاف ہی تو یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ اصل مذہب کو انسان نے محرف و مبدل کر دیا۔ ورنہ دنیا کے تمام مذاہب ایک ہی الٰہی سرچشمہ سے نکلے۔ اور ایک ہی صداقت لیکر دنیا میں آئے تھے۔ اور ان معلمین کو ایک ہی خدا نے الہام بھیجا۔ اور وہ سب ایک ہی سرچشمہ آلہیہ سے سیراب ہوئے۔ اس عقیدہ کو اگر دنیا مان لے تو دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کے خلاف جو کدورتیں پائی جاتی ہیں وہ باوجود ان اختلافات کے جو اُن کی تعلیمات کی طرف دنیا منسوب کرتی ہے سب کی سب دور ہو جائیں۔ اِس لیئے ہم مسلمان اس بات کو مانتے ہیں کہ اسلام سے پیشتر ہر ایک مذہب اپنی اصل شکل و صورت میں اسلام۔ یعنی اطاعتِ احکام الٰہیہ کا مذہب تھا۔ اگرچہ آج ان مذاہب کی تعلیم انسانی دست و برد کے ماتحت آگئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا

[۱] کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً۔ البقرۃ آیت ۲۱۳

کہ ہم دوسرے مذاہب اور اُن کے معلمین کے خلاف کچھ لکھیں کیونکہ وہ تو خدا کے سچے مرسل
ہیں اور ہمارے لیئے واجب التعظیم و التکریم +

اِس سلسلہ میں قرآن کریم نے قیامِ امن کا ایک اور سبق دیا ہے۔ جس کی اس وقت اِس ملک
کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اگر اسلامی عقیدے کے مطابق ہر ایک مذہب ربانی سرچشمہ سے آیا
تو اُن کے معابد بھی سب کی نگاہ میں مقدس ٹھیر جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی اپنے معابد[1] اپنی طرز پر عبادت
کرتا ہو تو کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی اپنے فعل سے دوسرے کی عبادت کو پراگندہ کرے۔ اسی
لیئے قرآن کریم نے ہم مسلمانوں کو دوسروں کے معابد کی حفاظت کا مکلف کیا ہے۔ مسلم تو بروئے
تعلیم قرآن[1] ربانی پولیس کا ممبر ہے جسے خانقاہوں۔ گرجاؤں۔ معبدوں۔ مسجدوں اور دیگر
خدا کے گھروں کی یکساں طور پر حفاظت کرنی ہے خواہ اس کا اپنا ہی ہم مذہب کسی دوسرے مذہب کے
معبد کو نقصان پہنچائے۔ اس کا فرض ہے کہ اسکے مقابل برسرپیکار ہو۔ اگرچہ بعض حالات میں وہ
شرک سے خالی نہ تھے۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان سے پایا جاتا ہے کہ
جو آپ نے[2] نجرانی عیسائیوں کو دیا +

خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ غیر مسلم کی عبادت میں
کبھی مخل نہ ہوں۔ اور جب وہ اُن کے معبدوں کے پاس سے گزریں تو کسی قسم کا شور و شر نہ کریں۔

اسلام نے مسلمانوں پر فرض ٹھیرا دیا کہ وہ کسی مذہبی معابد کو اُسکے ذریعۂ آمد سے محروم نہ کریں
بلکہ ہمیں یہ حکم ہے کہ دوسروں کے معابد کے لیئے ذرائع آمد مہیا کریں۔ اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے
اِن احکامات پر لفظاً و معناً عمل کیا +

اسلام کے اُن محاسن و صداقتوں پر جن سے انسانی ترقی وابستہ ہے کچھ اور کہنے سے پیشتر
میں اُن اصحاب سے جو دنیا اور خصوصاً ہندوستان میں امن کے متمنی ہیں یہ پوچھنا چاہتا ہوں

[1] الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ (الحج ایت ۴۰) ۱ وتفنازل

[2] بخاری شریف۔

کہ کیا جو کچھ اس وقت ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ اسکی حقیقی جڑ یہی نہیں کہ ایک طرف تو بعض دیگر
مذاہب میں یہ باتیں نہیں۔ اور اگر اسلام میں ہیں تو بعض مسلمان انپر عامل نہیں بعض نیشنلسٹ
کے نزدیک اس بدامنی و بے چینی کا علاج یہ ہے کہ مذہبی عنصر کو معاملاتِ قومیت سے ہی الگ
کر دیا جائے اگر مذہب چند رسمیات اور بعض مذہبی پیروؤں کی ستایش پر ختم ہو جاتا ہے تو اس کا
نتیجہ یہی ہونا ہے۔ لیکن اگر مذہب سے ہی حقیقی فراخ دلی اور وسعت قلبی پیدا ہو سکتی ہے تو مذہب ہی
ان افراد میں محبت و اتحاد پیدا کر دے گا جو ایک دوسرے کے خلاف اس وقت تلے ہوئے ہیں۔
آپ کسی مذہب سے تعلق رکھیں۔ جو اعتقاد آپ کو پسند ہوں ان کو مانیں۔ لیکن اگر آپ
توحید الٰہی کو ان معنوں میں مانتے ہوں جو اسلام نے بتائے ہیں۔ اگر انسانی مساوات کو اس
رنگ میں آپ تسلیم کرتے ہیں۔ جسکو میں نے قرآن شریف کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ اور اگر آپ
دوسروں کے مذہبی پیشواؤں اور ان کے عبادت خانوں کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں۔ الغرض یہ
کہ اگر آپ کے اندر اس قدر وسعت قلبی موجود ہے کہ دوسروں کے ساتھ رواداری اور ہمدردی انسانی
کا برتاؤ کریں جیسا کہ قرآن کریم ہر مسلمان سے چاہتا ہے تو کیا ان حالات میں بھی ہندوستان کے
اندر یا کسی دوسری جگہ کسی **کانفرنس اتحاد** کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ صفائی قلب
درستی مقاصد۔ اعمال صالح کے ساتھ ہی ہمیں اس مسرت افزا مقصد تک پہنچا سکتے ہیں۔
میں اپنے ناقص مطالعۂ مذاہب مختلفہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اسلام اور اسلام کی ہی
تعلیم ان محیر العقول نتائج کو پیدا کر سکتی ہے۔ اسلام سے ہی مختلف مذاہب کے پیروؤں میں ایک
عمدہ خویش فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ اسلام ہی ان جذباتِ ردیہ کو ہلاک کر سکتا ہے۔ جسکے ماتحت
ہم ایک دوسرے کے مذہبی احساسات پر حملہ کرتے ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ صرف دل کی تبدیلی ہی
موجودہ مذہبی جنون کا علاج ہو سکتی ہے اور یہ زیادہ موزوں ہوگا اگر اس بارے میں قرآن کریم کے
احکامات پر تمام لوگ عمل پیرا ہوں خواہ وہ مسلمان ہو یا نہ ہوں۔
کل دنیا تو اسلام کے جوئے تلے نہیں آسکتی۔ لیکن جن محاسن اسلام کو میں نے بیان کیا

وہی عالمگیر امن کے پیدا کرنے میں ایک امر لابدی ہے۔ مذہب کی اشاعت بھی دراصل یہی ہے کہ دنیا میں اسکے اصول پھیل جائیں۔ اور لوگ اس پر عامل ہوں۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ مجھے اگر اشاعت اسلام سے دلچسپی ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اسلام کی اشاعت میں مجھے پر امن زندگی اور انسانی ترقی کی اشاعت نظر آتی ہے۔

قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات ایسے احکام اور ہدایات سے پر ہیں جو اس عظیم الشان مقصد کی طرف لے جانے والی ہیں کیونکہ وہ انسانی قلب میں دوسروں کے متعلق نفرت و حقارت کا قلع قمع کرکے اور ہمدردی و رواداری کے جذبات کو پیدا کر دیتے ہیں امن کا پیدا کرنا اسلام کا ہر پہلو میں سب سے بڑا مقصد ہے۔ یوں تو اسلام کی کل کی کل تعلیم امن والی ہے اگرچہ اس جگہ میں نے خصوصاً اسی پہلو کو بیان کیا ہے۔ جس کی یہاں ضرورت ہے کیونکہ اس سے مذہبی غیر رواداری و قومی منافرت اور کینہ وری کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

آج ہم "تبلیغ" کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ تحریک اسلام اس بارے میں عظیم الشان کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ اگر میرے بیان کردہ مندرجہ بالا اصول پر شروع کی جائے۔ اور اس سے اسلام دوسروں کی نگاہ میں عزیز ہو جائے گا اور دنیا کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔

میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا میں ترقی اور تہذیب کے پیدا کرنے میں اسلام سب سے بڑا عنصر ثابت ہوا ہے۔ اگر انسانی ترقی اپنے اصل مفہوم میں اس بات کا نام ہے کہ ہم اپنے ودیعت کردہ قوٰے کو بہترین طور سے استعمال کریں۔ اور قدرت کی تمام قوتوں کو انسانی خدمت میں لے آویں تو میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ اسلام اسی پیغام کو نسل انسانی کی طرف لایا۔

مذہب قبل از اسلام عبادات۔ نذر و نیاز۔ قربانی اور ریاضت کے حدود سے مشکل ہی باہر نکلا۔ اسمیں اخلاقی اور روحانی تعلیمات کا دائرہ بھی ایک حد تک محدود تھا۔ اسلام نے ہی

عبادات کے طریق تبلائے۔ لیکن سب کا مقصد اسلام نے ترقی و تمدن کے ساتھ ہی وابستہ کر دیا۔
قرآن کریم[۱] نے ابتدا ہی میں یہ بتایا کہ الہام انسان کے قوائے مضمرہ کو نشوونما دینے کے لیے
آتا ہے۔ قرآن نے یہ بھی ہمیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر اپنی نیابت[۲] کے لیے پیدا
کیا۔ اور قدرت کی کل قوتیں اسکی محکوم کر دی گئیں۔ کتاب پاک نے الہام کا یہ مقصد بیان کرکے
پھر اُن راہوں کو بتلایا ہے کہ جس سے یہ مقصدِ اعلیٰ حاصل ہو۔

نزول قرآن کے وقت قوائے فطریہ سے خدمت لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس امر کا تو وہم
بھی انسان کے دل میں نہ آسکتا تھا بلکہ قوائے فطریہ کو خادم بنانا ایک گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ
یہی مظاہر فطریہ دنیا کے بہت سے حصوں میں اُس وقت انسان کے معبود و مسجود بنے ہوئے تھے
وہ تو انسانی تعظیم و عبودیت کے مالک تھے چہ جائیکہ ان معبودوں کو انسان اپنا غلام ٹھہرائے۔
عین اُس وقت قرآن کریم ایک جدید بشارتِ عظمیٰ لایا۔ اُس نے اعلان کیا کہ جو کچھ زمین[۳] اور آسمان
کے اندر ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ سیارے۔ بادل۔ دریا اور درخت وغیرہم انسان کی خدمت
کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ قرآن کریم نے فرمایا کہ کائنات کی کوئی بھی چیز
باطل[۴] و بے مصرف نہیں۔ یہ سب کی سب انسانی فائدے کے لیے ہی پیدا ہوئی ہیں وہاں اس
فائدہ کے حصول کے لیے نشرِ علم۔ اور اُن علمی انکشافات کی اشاعت کی ضرورت ہی جس سے
اُسوقت کی دنیا بے خبر تھی۔ اسی لیے قرآن کریم نے کائنات کی مفیدِ انسان۔ مضمرہ حقائق پر
غور و تدبر[۵] کو خدا کی خوشنودی کا باعث بتلایا۔

[۱] أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (البقرۃ آیت ۵) (عربی لفظ فلاح جو اِس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ اسکے لغوی معنی مخفی اشیاء، یا جوہروں یا قوائے کا ظہور میں لانا ہے)۔[۲] إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۝ (البقرۃ آیت ۳۰)۔[۳] أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۝ (لقمٰن آیت ۲۰) [۴] رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا ۝ (آل عمران آیت ۱۹۰)[۵] الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ (آل عمران آیت ۱۹۰)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعا روایت میں آتی ہے۔ آپ جناب باری میں اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ "اے خدا مجھ پر حقائق اشیاء کا انکشاف فرما۔" اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قبل از اسلام بھی علم دنیا سے مفقود نہ تھا۔ لیکن یہ تو بعض برگزیدہ اشخاص کی جائدادِ مخصوصہ بنا ہوا تھا۔ اور مغرب میں تو علم و فضیلت کی راہیں کلیسیا نے ملعون ٹھیرادی تھیں۔ قدیمی علوم کی باتیں کلیسی خزینوں میں مقفل ہو کر موردِ نفرت و حقارت ہو رہی تھیں۔ اہل کلیسیا کا فائدہ اسی میں تھا کہ عامۃ الناس کو بالکل جہالت و تاریکی کے اندر رکھا جائے۔ چنانچہ جب کبھی مغرب میں علم و تمدن کی کوئی لہر اٹھی۔ یا کسی نے علمی اکتشافات کی طرف توجہ کی تو اُسکے خلاف کلیسیا کا غیظ و غضب بھڑک اٹھا۔ اور متلاشیانِ حقائق علوم طرح طرح کے شکنجۂ عذاب میں کھینچے گئے۔ یورپ سے باہر بھی دماغ انسانی مکدر حالت میں تھا۔ اور قوائے ذہنی ماؤف ہو چکے تھے۔ لیکن عین اُس وقت اسلام ابنی نوع کو اُس تاریکی سے نجات دینے کے لیے ظاہر ہوا۔ چنانچہ غارِ حرا میں پہلی وحی[1] پاک نازل ہوئی۔ اُس نے اعلان کر دیا کہ ربِ انسان۔ اب انسان کو ذلت سے نکال کر مکرم بنانا چاہتا ہے۔ اور یہ انسانی عظمت و تکریم۔ قلم یعنی لکھنے پڑھنے کی اشاعت۔ اور اُن علوم کے حصول سے وابستہ ہوگی۔ جن سے اُس وقت دنیا ناواقف تھی۔

کسقدر حیرتناک بات ہے! کہ ایک امی لقب پیغمبر۔ ایک ایسے وقت دنیا کو علم و فضیلت اور حصول علوم جدیدہ کا پیغام سناتا ہے۔ جبکہ انسان جہالت اور بے علمی کی ظلمت میں ہی رہنا ایک مذہبی خوبی سمجھ رہا ہے وہ خود تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ لیکن دنیا کو بتلاتا ہے کہ انسانی عظمت و مکرمت لکھنے پڑھنے اور علم کی نشر و اشاعت پر ہی منحصر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے علم کی اہمیت و ضرورت پر کوئی اور پیغمبر اس طرح زور دیتا ہوا مجھے نظر نہیں آتا۔ آپنے حصول[2] علم کو ہر مسلم کا فرض ٹھیرایا۔ آپنے فرمایا کہ "ایک[3] عالم کی سیاہی کے قطرات شہید کے

[1] اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق آیت ۱ ـ ۵) [2] احادیث نبوی ۱۲ [3] احادیث نبوی ۱۲

خون سے زیادہ قیمتی ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "نسل انسانی کے فوائد کے لیئے غور و تفکر میں ایک رات بسر کرنی بہت سی راتوں کی عبادت سے زیادہ اہم ہے"۔[1]

آپ کے ظہور قدسی کے وقت نسل انسانی کی ترقی کی راہوں میں بہت سی مشکلات حائل تھیں۔ استعدادوں کے متعلق مروجہ باطل خیالات اور غلط معتقدات نے انسان کی بلند پروازی کو روک رکھا تھا۔ اگر دنیا کے ایک حصہ کا یہ ایمان تھا کہ گناہ[2] انسان کی فطرت میں ہے اور اسمیں شر و بدی کے سوائے اور کوئی خیر و خوبی نہیں بلکہ وہ غضب الٰہی کے ماتحت ہے اور کسی قانون پر چلنے کی اسمیں استعداد ہی نہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ترقی کی راہوں سے الگ ہو چکا ہے۔ تو دوسروں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس دنیا میں انسان کے حصہ میں تکلیف و مصیبت ہی آئی ہے۔ اور اسکی نجات اسکی فنا[3] پر منحصر ہے۔ ہندو رشی بھی اسکی فلسفہ کو مانتے تھے مجھے ان عقائد قدیمہ کے خلاف ایک بھی لفظ کہنا منظور نہیں۔ ہاں اس معاملہ میں میں اپنا ایمان ظاہر کر دیتا ہوں کہ اِس قسم کا فلسفہ یا ایسی تعلیمات میرے نزدیک ترقی انسان کا موجب نہیں ہو سکتیں اسلام سے صدیوں پہلے جو حالتِ جمود نسل انسانی پر طاری تھی۔ میرے اس یقین کو اور پختہ کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں اُن دنوں اس امر پر بھی بعض حلقوں میں کامل یقین تھا کہ کسی کی محنت بھی بار ور ہو سکتی ہے۔ خوش حالی و بدحالی ایک قسم کی لاٹری سمجھی جاتی تھی۔ نیکی کو امر اکتسابی نہ خیال کیا جاتا تھا۔ بلکہ یہ سب امور گویا پہلے ہی سے فیصلہ ہو چکے تھے۔ اور انسان ایک قسمت کے چکر میں پھنسا ہوا خیال کیا جاتا تھا۔ اسلام سے پہلے بہت ہی کم لوگ اس بات کو مانتے تھے کہ انسان کی خوشحالی و بدحالی اُسکے اپنے ہی ہاتھ ہے۔ وہی اپنی کشتی کا ناخدا اور اپنی عمارتِ زندگی کا انجنیر ہے بلکہ نیکی اور بدی کی دیویوں کا ایک کھلونا ہے۔

یُوں تو مسئلہ تناسخ بعض فلسفیانہ پہلوؤں سے دلربا ہی نظر آتا ہے۔ لیکن قوتِ عمل پر اسکا وہی اثر ہے جو اور عقائدِ قدیمہ کا تھا۔ اِن دنوں مسئلہ ایمان کا بھی قریب قریب یہی حال تھا۔

[1] احادیث نبوی۔ [2] مذہب میں کلیسائی عقیدہ یہی۔ [3] بدھ مذہب کا عقیدہ ہے۔

ایمان بلا عمل ہی نجات کے لیئے کافی سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ قوائے انسانی کی تباہی کے لیئے کافی ہے۔ ان معتقدات اور اس قسم کے فلسفہ کے ماتحت کسی اعلیٰ قسم کی ترقی کا ہونا ناممکن ہے۔ جب ہم یہ تسلیم کریں کہ جو ہم پر وارد ہوتا ہے یا جو کچھ ہم نے کرنا ہے وہ پہلے ہی ہو چکا ہے تو پھر اس زندگی میں کوئی بھی چیز اعمال حسنہ کی محرک نہیں ہو سکتی۔ نہ جذب منفعت اور نہ دفع مضرت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ قوائے انسانی اور ان کی ضرورت استعمال تحرک پاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مذہب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسل انسانی پر بے شمار خوشحالیوں اور برکات لے کر آتا ہے تو سب سے پہلے اُسے اُن تمام خیالات کی غلطیوں کو واضح کر دینا چاہیئے جو ان معولہ ایام میں انسانی ترقی کے حائل ہو رہے تھے۔ اگر انسان کی استعدادِ مضمر نشوونما نہ پائے اور اس طرح حکمت بنی جس نے انسان جیسی مخلوق پیدا کی روبراہ نہ ہو تو پھر اس مذہب کا بھی کیا فائدہ۔ جو چند گیتوں اور عبادتوں میں خدا کی عبادت بتلائے۔ میری ناقص رائے میں سچا مذہب وہی ہے جو انسان کو حالت جمود سے نکال کر اُسمیں قوت عمل پیدا کر دے۔ اور وہ افضالِ الٰہیہ سے متمتع ہو کر عملاً استایشِ خداوند کرے۔ اور اپنے قوائے کو مخلوق الٰہیۃ کی خدمت میں لگا دے۔ یہی وہ مذہب ہے جسے قرآن میں، میں پاتا ہوں۔

یہ بات اب ایک علمی صداقت ہو گئی ہے کہ صحیفہ قدرت کے کل مظاہر قانون کی حکومت تلے ہیں۔ اور ان سے وہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جسے اِن قوانین کا علم ہو۔ اور وہ اپنے حالات کو اِن قوانیں فطریہ کے مطابق کرے۔ لیکن یہ ہمارا علم بھی کسی کام کا نہیں رہتا۔ اگر ہمارا یہ ایمان ہو کہ اس کائنات کا حکمران ایک نہیں بلکہ بیسیوں خدا ہیں۔ قرآن کریم[1] نے اِس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ بہت سے خدا تو ایک دوسرے کے خلاف۔ قانون نافذ کرینگے۔ پھر کس کس کے قانون کو سمجھا جائے اور کس کس کے قانون کی اطاعت ہو۔ چنانچہ یونانی قدیمی داستان ہائے ملیہ اور بعض ہندی کتبِ مذہبی میں دیوتاؤں کی متضاد کشمکش کا نظارہ ہمیں نظر آتا ہے۔ اِنہیں مختلفہ

[1] لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء آیت ۲۲)

کے تقاضائے مختلفہ کائنات میں ہم آہنگی نہیں بلکہ ایک حالت فساد پیدا کردیں گے۔ ان حالات میں علمی انکشافات کی تلاش ہی بے سود ہوگی کیونکہ بہت سے خداؤں کی مختلف مشیات متضاد قانون ہی پیدا کرینگی۔ ان حالات میں اسلام دنیا میں نسل انسانی کی اصلاح کے لیئے آیا تاکہ وہ انسانی دل و دماغ کو ایسے باطل خیالات اور غلط معتقدات سے پاک و صاف کرے۔ اس نے آتے ہی دنیا میں یہ اعلان کیا کہ تمام کائنات ایک قانون میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور قانون کا مقنن سوائے اسکے خالق[۵۱] کے اور کوئی نہیں۔ اسی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے توحید الٰہی پر اس نے زور دیا۔ اس نے بتایا کہ کائنات کی حکومت کی باگ بہت سے ہاتھوں میں نہیں بلکہ ایک ذاتِ واحد ہی کے ہاتھ میں ہے جسکے قوانین اور طریق حکومت لاتبدیل[۵۲] ہیں۔ اس کی مرضی[۵۳] کے آگے جھک جانا اور اسکے قوانین کی پوری متابعت اختیار کرنا جو اسلام کا لفظی مفہوم ہے۔ نسل انسانی کی مسرت اور رفع الحالی کا موجب ہوگا۔ اسکے قوانین وہی ہیں جن کو سائنس کی اصطلاح میں آج "قوانین قدرت" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیا ایک دہریہ بھی ایسے مذہب سے منحرف ہوسکتا ہے؟ اگر قوانین فطریہ کی اس حکومت قہریہ پر اسے ایمان ہے اور انہی قوانین پر اپنی زندگی کے لیئے عمل پیرا ہے تو پھر قانون نو ایک مقنن کو چاہتا ہے۔ خدائے اسلام سے پھر وہ کس طرح منکر ہوسکتا ہے؟

۵۱ الٓمٓ ۝ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۔ (آل عمران آیت ۱)

• اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۭ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـــــُٔـوْدُہٗ حِفْظُہُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

(البقرہ آیت ۲۵۵)

۵۲ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۝ (الاحزاب آیت ۶۲)

۵۳ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْہَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗٓ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۱۲)

اسلام نے یہ بھی تعلیم فرمائی کہ انسان معصیت لے کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ پیدایشاً مسلم ہے یعنی فطرتاً قانون پر چل سکتا ہے۔ کیونکہ قانون یعنی شریعت پر نہ چلنے کا نام ہی معصیت ہے۔ ماوراء اس امر کے کہ وہ مسلم یا غیر مسلم کے گھر پیدا ہوا۔

اسلام نے یہ بھی بتایا کہ انسان بہترین[۵۱] قوتیں لے کر آیا۔ اسکی خلق ایک احسن تقویم پر رکھی گئی۔ لہذا اس کی ترقی کی کوئی حد نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اسکی فطرت میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں جو اسے اسفل السافلین کی طرف لے جانے والی ہیں۔ لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کی پوری پوری متابعت اختیار کرے۔ اور صراط مستقیم پر گامزن ہو تو اسے اپنی محنت کا پورا معاوضہ ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی امر ضائع نہیں جاتا۔ (لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْعَامِلِينَ) یہ عقیدہ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ انسانی خیر و خوبی یا اُس کی ترقی کسی خاص قوم یا افراد مخصوصہ تک ہی محدود ہے۔ ترقی انسانی کا سنگ راہ تھا۔ قرآن نے اس عقیدہ کی بیخکنی کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہر انسان دوسرے[۵۲] کے برابر ہے۔ ہر ایک کے سامنے عمل و ترقی کا میدان یکساں کھلا ہے۔ جو ایک کر سکتا ہے۔ وہ دوسرا بھی کر سکتا ہے اسی لیئے قومی۔ نسبی۔ لونی۔ امتیازی دیواریں اسلام نے آتے ہی گرا دیں۔ شرافت اور کرامت انسانی کو تقویٰ سے، اور صرف تقوےٰ[۵۳] ہی سے وابستہ کیا۔ یہ وہ بات ہے جو ہر ایک کو حاصل ہو سکتی ہے۔ اس بات کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا کہ صحیح معتقدات سے جو اعمال پیدا ہوں۔ وہی خدا کے ہاں اہمیت رکھتے ہیں۔ ایمان بلا عمل ایک لاشئے ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی تعلیم فرمائی۔ کہ خدا تعالیٰ خیر محض[۵۴] ہے۔ اور اُس کی طرف سے شر نہیں۔ خیر ہی خیر آتی ہے۔ بدی اور گناہ

[۵۱] وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ۝ (التین آیت ۱-۸) [۵۲] قل انما انا بشر ... احد (سورہ کہف آیت ۱۱۰) [۵۳] إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ (الحجرات آیت ۱۴) [۵۴] مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ (النساء آیت ۹) [۵۵] وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۝ (الشوریٰ آیت ۳۰)

انسان کا اپنا اکتساب ہے[۱]۔ معصیت اُس کے اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ نیکی اور بدی ہمارے ہاتھ میں ہے جس طرح کوئی چاہے اپنی زندگی کو قالب میں ڈھال لے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسب تعلیم اسلام خیر و شر کے اندازے خدا کی طرف سے مقدر ہو چکے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ان اَن[۲] مل اندازوں کا علم، الہام الٰہی کے ذریعہ یا اپنی کوششوں سے ظاہر کریں۔ اور اپنی زندگی کو ان اندازوں کے ماتحت لا کر خیر و شر کے مالک ہو جائیں۔ اسی امر میں انسان کو راہ راست پر رکھنے کے لیئے قرآن کریم نے یہ بھی تعلیم کی کہ ہمارا کوئی امر خفیہ[۲] یا علانیہ خدا کے علم سے باہر نہیں جس کے لیئے ہم خدا کے حضور ذمہ وار نہیں۔ اور انہی پر جزا و سزا مرتب ہوگی۔ ایک مثقال[۳] برابر بھی خیر و شر بلا معاوضہ نہیں رہ سکتی۔ صحیح آزادیٔ[۴] رائے۔ اور آزادیٔ اعمال حسنہ کو ایک عمل حسنہ بیان فرمایا۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ ان معاملات میں جو اپنے قوائے عقلیہ سے بہرہ اندوز نہ ہو وہ ایک حیوان ہے۔ جس کی رسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنی عقل[۵] و فکر کو کام میں لائے۔ اور کسی انسانی شعبہ میں کوئی بھی بات ایسی تسلیم نہ کرے جو عقل تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعہ سے پرکھی نہ جا چکی ہو۔ ہمیں حکم ہے کہ مظاہر[۶] کائنات کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور گزشتہ اقوام کی تاریخ کو اپنے سامنے رکھیں۔ اور مختلف[۸] ممالک میں پھر کر

[۱] لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ (البقرۃ آیت ۲۸۶)

[۲] لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (البقرۃ آیت ۲۸۴)

[۳] فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال آیت ۷-۸)

[۴] اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (الملک آیت ۲۳) [۵] اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ (الروم آیت ۲۳) كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (الروم آیت ۲۸)۔ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (یونس آیت ۲۴) [۶] قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ (النمل آیت ۶۹)

[۹] اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَيِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ (آل عمران آیات ۱۹۰–۱۹۵)

عبرت آموز سبق حاصل کریں۔

اسی طرح عبادت اور قربانیوں کا غلط مفہوم انسانی سرگرمیوں کو تباہ کرتا ہے۔ اس سے نہ تو انسان میں جوشِ ہمت پیدا ہوتا اور نہ ہی ذہن میں ذمہ داری کا احساس رہتا ہے۔ اسی لیئے اسلام نے یہ بتایا کہ تمہاری عبادت کسی کام کی نہیں جب تک اُس کے ساتھ عمل صالح شامل نہ ہوں۔ جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو اُسکے لیئے پوری جد و جہد کرو اور پھر خدا تعالیٰ سے استعانت طلب کرو۔ اور یہ وہ سبق ہے جسے ہم اپنی روزانہ پنجگانہ نمازوں میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر دُہراتے ہیں۔ ہمیں یقین دلایا گیا کہ اگر ہم ایک قدم[1] اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھائیں تو وہ سو قدم ہماری طرف چل کر آئیگا۔ لیکن سبقت ہماری طرف سے ہونی چاہیئے۔ خدا کی طرف چل کر جانے کے معنی، کسی مسجد میں ہی چلا جانا نہیں بلکہ اپنے کاروبار میں ربانی قوانین کے سامنے سرِ تسلیم[2] خم کرنا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ عبادت بھی کامیابی کا ذریعہ ہے لیکن خدائے قرآن نہایت ہی واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ ان لوگوں کی دعا[3] جو نعمائے الٰہیہ کا کفران کرتے ہیں۔ خدا کی جناب میں سنی نہیں جاتی۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم[4] یا جماعت کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل دے۔ وہ صرف انہیں کی امداد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

رہبانیت کے مختلف رنگ بھی رضائے الٰہی کے موجب سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ بعض لوگ روحانی رفعت اسی میں سمجھے ہوئے تھے کہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر جنگلوں میں جا ڈیرہ جمائیں یہ باتیں ترقی و تمدن کی منافی تھیں اسلیئے اسلام نے ان تمام امور کو رد کر کے فرمایا کہ تم دنیا میں

[1] احادیث نبوی ۱۲

[2] حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرۃ آیت ۲۳۸)

[3] وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (الرعد آیت ۱۴)

[4] اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد آیت ۱۱)

رہ کر روحانی کمال کو حاصل کر سکتے ہو۔ اور خدا کا نور[1] دنیا کے اُن گھروں میں نازل ہوتا ہے جہاں
خدا کی یاد ہوتی ہے۔ اور ہر ایک قسم کی روحانی۔ اخلاقی اور جسمانی طہارت کو حاصل کیا جاتا ہے اگر
کسی شخص کو خدا اور مخلوقِ خدا سے پورا پورا اخلاص و محبت ہو تو وہ اسی شہری زندگی میں رہ کر
معراجِ روحانیت حاصل کر سکتا ہے۔ اور مخلوقِ خدا اور اپنے ہمسائیوں کے حقوق کو ادا
کر سکتا ہے ۔

قربانی کی اجازت بیشک اسلام نے دی۔ لیکن اِس کا مفہوم ہی بدل دیا کھلے لفظوں
میں کہہ دیا گیا کہ خدا کے ہاں ذبیحہ کا خون[2] گوشت نہیں پہنچتا۔ بلکہ جو چیز خدا کے ہاں محبوب ہے وہ تمہارا
تقوٰے ہی ہے۔ خون و گوشت کسی دیوتا کے تھان یا مذبحہ پر جلانا روک دیا گیا۔ بلکہ ذبیحہ کا
گوشت مساکین و غرباء میں تقسیم کر دیا۔ اور تقوٰے بھی اِسی میں ہے کہ جس طرح بہائم ہمارے
آگے قربان ہوتے ہیں ہم بھی اپنی بہیمیت کو خدا کے مذبحہ پر قربان کر کے اُسکے مطیع و منقاد ہو جائیں
جس نے جانور کو ذبح کر کے اپنی بہیمیت کو ذبح کرنا نہیں سیکھا اس نے ایک جان کو ضائع کیا ۔

کفارہ بھی جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا۔ انسان کے احساسِ ذمہ داری کو کچل کر اس
میں فقدانِ عمل پیدا کر دیتا ہے۔ مغربی کفارہ پرستوں کی مصروفیت یا کاروباری زندگی سے
دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ وہ تو موجودہ تمدن نے پیدا کر دی ہیں۔ علاوہ ازیں وہ اپنے ایمانیات
سے اپنی روزانہ زندگی کو متاثر نہیں ہونے دیتے۔ ان معتقدات کے تاثرات کو اگر دیکھنا ہو
تو ازمنۂ متوسط کے یورپ کے حالات کو مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اِس امر کے خلاف قرآن نے فرمایا
کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ[3] نہیں اٹھا سکتا۔ ہر شخص اپنی صلیب خود اٹھائیگا۔ اور جو کچھ بوئے گا
وہی کاٹے گا[4] ۔

[1] فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (النور ایت [illegible]) [2] لَنْ
یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُہَا وَلَا دِمَآؤُہَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ کَذٰلِکَ سَخَّرَہَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰکُمْ وَ
بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ (الحج ایت [illegible]) [3] وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْہَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ
بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ (الانعام ایت [illegible]) [4] تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَہَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ (البقرۃ ایت ۱۳۴)

اس بارے میں میں ایک اور بات کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں جو بعض اہل مذہب کے لئے مصیبت اور تکلیف کا موجب ہوتی ہے۔ قبل از اسلام مال و دولت کا حصول اور خوشحال زندگی مذہب کے منافی سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ خدا پرست انسان کے لئے تو ثروت و دولت لعنت کے مترادف قرار دی گئی تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے خیالات۔ انسانی سود و بہبود کے ممد و معاون نہیں ہو سکتے۔ اسی کے دفعیہ میں قرآن کریم نے فرمایا کہ جو امور زینت[۵۱] خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کئے ہیں۔ انہیں تم پر کس نے حرام کیا؟

اسی طرح قرآن نے ایک اور جگہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے زمین اور سمندر میں طرح طرح کے خزانے تمہاری زینت کے لئے رکھے ہیں۔ ان باتوں نے انسان کو علم جہاز رانی و علم معدنیات کی طرف متوجہ کیا۔ یہ سب صحیح مگر دنیا کا بہت سا حصہ پھر بھی افلاس اور غربت سے بچ نہیں سکا بعض لوگ اچھے توڑے لیکر آتے ہیں۔ بعض پر کوئی نہ کوئی مصیبت آجاتی ہے۔ افلاس تو ایک ضروری امر ہے۔ لیکن افلاس زدگان کو پست ہمتی سے بچانے اور ان میں جذبۂ عمل پیدا کرنے کے لئے اسلام نے افلاس و ناداری کو جرم قرار نہ دیا۔ بلکہ اسے امتیاز[۵۲] انبیاء علیہم السلام ٹھیرایا۔

میں نے ابھی کہا تھا کہ دنیا نے بعض انسانی طبقات کے حصولِ ترقی میں مشکلات پیدا کر رکھی تھیں۔ خصوصاً طبقۂ نسواں، اور طبقۂ غلام۔ اس قسم کی مصیبت میں گرفتار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت عورتیں قعر ذلت میں تھیں۔ اسلام آیا اور اس نے اُسے ذلت سے نکال کر اُسکے حقیقی مقام پر کھڑا کیا۔ اسلام سے پہلے عورت ایک ہاتھ سے ہاتھ بدلنے والی جائداد سمجھی جاتی تھی۔ اور گھر میں اسکی غلام کی سی حیثیت تھی۔ قرآن نے مرد کے خلاف اُسے وہ حقوق[۵۳]

[۵۱] قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف آیت ۳۲)

[۵۲] احادیث نبوی ۱۲

[۵۳] وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ ۲۲۸)

دیئے جو مرد کو اسکے مقابل حاصل تھے۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ اسمیں ذہنی روحانی[51] اور اخلاقی استعدادیں ہیں جو کسی مرد کو حاصل ہیں۔ وہ مُردوں کی طرح روح سے خالی نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ صنفِ ضعیف سے تعلق رکھتی ہے اور ایک نہ ایک رنگ میں مرد کو اسپر فضیلت[52] ہے چنانچہ مرد ہی اسکا سر[53] دھرا ہے۔ لیکن عورت بھی بعض خوبیوں کی مالک ہے جو مرد کے حصے میں نہیں۔ اس لیئے قرآن نے فرمایا کہ ہر ایک صنف کے لیئے میدانِ عمل موجود ہے۔ مناسب یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت یسبقت فی الخیرات[54] میں کوشاں رہیں۔ میں اسوقت ایک لفظ میں بلا خوف تردید یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہوں کہ جو موجودہ تمدن سے عورت کو حاصل ہوا وہ اُن باتوں کا ایک ادنےٰ ظل ہے جو قرآن کریم اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسے نصیب ہوئیں۔

غلامی کے متعلق اتنا کہنا کافی ہوگا کہ اسلام نے پرانی قسم کی غلامی کو یک لخت بند کردیا۔ صرف اسیرانِ جنگ کو غلامی کی ذیل میں رکھا۔ کیونکہ جنگ کے خاتمے کا ایک بہترین رستہ تھا۔ لیکن اسلام نے اِن غلاموں یا اسیرانِ جنگ سے وہ مہربانہ سلوک کیئے کہ جس سے ان نام نہاد غلاموں کی زندگی پہلے سے بھی کہیں زیادہ خوشگوار ہو جاتی تھی۔ جو لوگ پہلی قسم کی غلامی میں گرفتار تھے۔ اُن کی آزادی کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی تدبیریں کیں۔ چنانچہ غلام کا آزاد کرنا ایک امرِ ثواب یا کفارۂ گناہِ سابقہ قرار دیا گیا۔ اُن کی

[51] اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب آیت ۳۵) [52] وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۝ (البقرۃ آیت ۲۲۸) [53] اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ۝ (النساء آیت ۳۴) [54] وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۝ (البقرۃ آیت ۱۴۸)

رہائی کے لیے چندے بھی کیے گئے۔ اور بیت المال[1] کا ایک حصہ اسکے لیے وقف کیا گیا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرانے زمانہ کی غلامی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زندگی میں نیست و نابود ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔

ان وقتوں میں طہارتِ جسم خصوصاً تعلیم کلیسا کے ماتحت ایک امر قبیح سمجھا جاتا تھا لیکن قرآن نے اسی طہارت کو خدا کی نگاہ میں محبوب[2] ہونا بیان فرمایا۔

یہ محیر العقول پیغام ربی دربِ اکبر کی طرف سے عرب کی خشک۔ بنجر و سنگلاخ سرزمین پر ابرِ رحمت کے قطرات کی طرح برسا۔ اس نے عرب کی ذہنی جمود کو یک لخت دور کر دیا۔ جو کہ دراصل اس وقت ہر جگہ انسانی سرگرمیوں کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ گو عرب ہی اسکے خاص طور پر ہدف ہو رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" نے عربوں کے اشتیاقِ سیاحت کو اور بھی مشتعل کر دیا۔ کیونکہ سیاح تو وہ پہلے ہی سے تھے وہ دنیا کے تمام کناروں کی طرف نکل گئے۔ اور جس جس ملک میں علم کا نشان تھا۔ وہ ان کی جولانگاہ میں آگیا۔ یونانی علم و تہذیب کے آثارِ باقیہ کو کلیسا کی خفیہ خانقاہوں سے باہر نکالکر انہوں نے نئی روشنی عطا کی۔ فتح قسطنطنیہ سے ہی علومِ جدیدہ کا آغاز ہوا۔ دنیا کے ہر ملک میں سے علماء بلاکر سرکاری مکاتب اور کالجوں میں علوم کے درس تدریس کے لیے متعین ہوئے سکول۔ کالج۔ اور دار التجربات کھولے گئے۔ دنیا جہان کے طالب علم وہاں آ جمع ہوتے۔ ان رسا گاہوں میں نہ صرف انکی تعلیم ہی کا انتظام کیا جاتا تھا بلکہ اسلامی سلطنت کی طرف سے ان کے لیے خوراک و رہایش بھی مہیا کی جاتی تھی بلکہ عرب سائنس دانوں نے علوم جدیدہ کی وہ راہیں نکالیں کہ جسپر آج علمی انکشافات چل رہی ہیں۔ ان امور کی تفصیل میں ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اور یہ باتیں کثرت سے مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے انگریزی مجلہ اسلامک ریویو کے زیر قلم آ چکی ہیں۔ لیکن میں ایک جملے میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں

[1] إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (التوبۃ آیت ۶۰) [2] وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (التوبۃ آیت ۱۰۹)

کہ ہمارے علوم جدیدہ کے مختلف شعبوں کا آغاز و ابتدا بھی عربوں سے ہی ہوا۔ آج بھی مغرب کے عجائب خانوں میں عربی صنعت و حرفت کے حیرت افزا نمونے نظر آتے ہیں جو دیکھنے والوں سے خراج تحسین وصول کرتے ہیں۔ الغرض مختصر طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ اسلام نے ہماری تہذیب حاضرہ کے پیدا کرنے میں بڑا حصہ لیا ہے۔ اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی اُن اسباب پر غور کریں جو موجودہ ترقی او تمدن کے ذمہ دار ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی ایسی بات آپ کو ان میں سے نہ ملے گی۔ جو قرآنی تعلیمات کے ذیل میں نہ آسکتی ہو۔ جسکو میں نے مختصر طور پر آپکے سامنے بیان کیا۔ جب یورپ نے بعض ان اسلامی اصولوں پر عمل کرکے ترقی حاصل کرلی ہے تو اگر ہم باقی دنیا کو اصول اسلام کی طرف بلائیں اور اسلام کی اخلاقی۔ ذہنی۔ روحانی برکات تلے لانے کی کوشش کریں تو نسل انسانی کی یہ بہترین خدمت ہوگی۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ دنیا کو اور خصوصاً مغربی اقوام میں تبلیغ اسلام کی اشد ضرورت ہے۔ کیا اس موقع پر میں اپنے مسلم بھائیوں سے ایک عرض کرسکتا ہوں پیشتر ازیں کہ وہ دوسروں کو اسلام کی طرف بلائیں وہ اپنے نفسوں کا احتساب کریں اور سب سے پہلے اپنے گھر کو دیکھ لیں کہ جس نور کی طرف ہم لوگوں کو بلاتے ہیں کیا وہ خود بھی اس نور سے منور ہیں؟ کیا اسلامی حقائق انکی اپنی زندگی سے ظاہر ہوتے ہیں؟

آج دنیائے اسلام پر ایک قسم کی مُردنی طاری ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ دوسروں کا اقتصادی دباؤ بھی اسکی بڑی وجہ ہے۔ لیکن ہمیں اپنی زندگی کو خود بھی مطالعہ کرنا اور اس بات کو دیکھنا چاہیئے کہ ہم قرآنی اُصولوں کو کس طرح سے چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔

کیا ایسا مذہب جو اس قدر اعلیٰ اصولوں کی تعلیم دیتا ہے جو مسلمہ طور پر تہذیب و ترقی کی شاہراہ میں ایک زبردست مرتبہ رکھتا ہے۔ اس قابل ہوسکتا ہے کہ لوگ اور عدوان اسلام اسپر یہ اعتراض کریں کہ وہ اپنے پیروؤں میں صفات بہیمیہ پیدا کرتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اسلام انسان کی بہیمیت کو انسانیت کا لباس پہنانے اور وحشت و بربریت

سے اٹھاکر آسمان روحانیت پر پہنچانے کے لیئے آیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام اس معاملہ میں کامیاب ہوا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر مذہب ابتدائً اسی مقصد کو لیکر کھڑا ہوا لیکن اسلام کو ہی یہ فوقیت حاصل ہے کہ اُسنے اس مقصد کے حصول کے لیئے اصول تجویز کیئے اور ایک منظم راہ اختیار کی۔ اسلام نے اس امر میں چند مواعظ و نصائح و اخلاقی اسباق پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ قرآن کریم نے ان تمام باتوں کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ بیان کرکے ساتھ ساتھ تاریخ سے واقعات بھی بطور نظائر ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ ان واقعات کو مظاہر قدرت کی روشنی میں مبرہن کیا۔ قرآن نے انسانی دل و دماغ کی چھان بین کی۔ اور ان کا حُسن و قبح ہم پر ظاہر کردیا۔ پھر ایسے رستے بھی بتا دیئے۔ جن سے ہماری اخلاقی اور روحانی اصلاح ہو سکے۔ بس میں اس جگہ صرف ایک ہی بات کہوں گا جن سے یہ باتیں بطریق احسن حاصل ہو جائیں۔ اور انسان کو شہریت کی زندگی چھوڑ کر جنگلوں میں بھی نہ جانا پڑے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص اپنی روحانی اور اخلاقی ترقی کے لیئے دنیوی زندگی کو خیرباد کہے۔ برعکس اسکے ایک شخص تمام انسانی فرائض اور دنیوی معاملات اور جسمانی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے روحانیت کے ارفع مقام پر پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ وہ اسلامی اصولوں پر لفظاً اور معناً کاربند ہو۔

انسان کو بعض نے حقیقی طور پر ایک پرستار مخلوق بیان کیا ہے۔ اگر مادی خواہشات اس پر غالب نہ آجائیں تو فطرتاً اسمیں خداطلبی کا مادہ ہے۔ اسلام نے اسی حقیقت کو سامنے رکھا۔ اور خود خدا ہی کو اسکی پیروی کے لیئے نمونہ بنایا۔ اسی لیئے اسلام نے حکم دیا کہ انسان اپنے اندر صفات الٰہیہ پیدا کرے۔ اور اپنے آپ کو ربانی رنگ میں رنگین کرے۔[۱]

بظاہر تو یہ کام بہت ہی مشکل ہے۔ لیکن اسلام نے اسے آسان عملی رنگ میں پیش

[۱] صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (البقرۃ آیت ۱۳۸)

کر دیا۔ شارع اسلامؐ نے حکم دیا کہ ہم ہر فعل اور ہر عمل کرتے وقت خدا کو یاد کریں اور اسی لئے بہت سے بہتر دعائیں سکھائی گئی جو آغاز ہی میں میں نے تلاوت کی ہے۔

نماز جیسا کہ بعض سمجھے ہوئے ہیں۔ چند الفاظ کے دُہرانے یا بعض جسمانی حرکات کرنے پر ختم نہیں ہو جاتی۔ اور ایسا ہی تسبیح کے دانوں پر کسی اسم الٰہی کے دُہرانے کا نام ذکر الٰہی نہیں۔ بلاشک نماز میں ہمیں کسی نہ کسی ہیئت کذائی کو اختیار کرنا ہی پڑتا ہے جو ہمارے دلی جذبات کا آئینہ ہو سکے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ اوضاع ظاہری اور یہ ہیئت کذائی اگرچہ نماز کا جزو لاینفک تو ہیں مگر ان سے حقیقتِ نماز متحقق نہیں ہوتی جیسا کہ خود قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ "نماز کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف منہ پھیر لینا کوئی بڑی نیکی نہیں" گو عالمگیر اتحاد کی غرض ہمیں نماز میں ہمارے منہ کو مکہ معظمہ کی طرف پھیر دیتی ہے اور اسمیں اور مصالح بھی ہیں۔ لیکن حقیقتِ صلوٰۃ یہ ہے کہ مقدس ذات کی صفات کو ہم سامنے رکھیں۔ جسکے اسمائے پاک ہم نماز میں دُہراتے ہیں۔

ہمیں لازم ہے کہ دنیا میں ربانی افعال کا مشاہدہ کریں اور اپنے انسانی افعال کا اُن سے مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے افعال کہاں تک ربانی افعال سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور پھر اسکی جناب میں التجا کریں کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی کمزوریوں پر غالب آسکیں اور اسکی راہوں پر گامزن ہوں۔ اسلامی نماز کا مقصد یہی ہے اور وہ اعلےٰ سے اعلےٰ انسانی تمنیات کا بہترین اظہار ہے۔

۵ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ (البقرۃ آیت ۱۷۷)

اسلامی نماز کے ابتدائی الفاظ ہی خدا تعالیٰ کی بہترین صفات کو بیان کرتے ہیں
"رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" یعنی تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا۔ اور بلا امتیاز قومی۔ لوگوں کا
پرورش کنندہ۔ ایسا مولا کریم جو رَحْمٰن ہے۔ اور جس کی برکات کا نزول ہم سب پر بلا
امتیاز یکساں طور پر ہوتا ہے۔ گو ہم اسکے مستحق نہ ہوں۔ وہ رَحِیْم ہے۔ یعنی ہماری محنت کا
صلہ بہ بجا بڑھ چڑھ کر عنایت کرتا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی جزا و سزا کے
دن کا مالک ہے۔ نجات اُسی کے ہاتھ ہے جو اکثر اوقات ہمارے قصوروں کو معاف کر دیتا
ہے۔ اور اگر سزا دیتا ہے تو وہ بھی اصلاح کے لیئے ۔

خدا کو خوش کرنے کا یہی طریق نہیں کہ انسان بلند آواز سے اسکی تعریف میں گیت
گائے۔ یا عبادت کے وقت اسکی توصیف میں رطب اللّساں ہو جائے حقیقی عبادت
اور اصلی بندگی جیسا کہ سورۃ فاتحۃ کے مفہوم سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ انسان اسکی
پسندیدہ راہوں پر گامزن ہو۔ اور اپنی زندگی ربانی قالب میں ڈھال لے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ
وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ گویا ہم
اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے خادم ہیں جو رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ رَحْمٰن، رَحِیْم
اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ اور اسی مقصد کے لیئے ہم اُس سے مدد مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں
سیدھا راستہ دکھائے۔ راستہ اُن لوگوں کا جنہوں نے اِن صفاتِ الٰہیہ کو اپنے اندر
پیدا کیا۔ اور نیکی کی راہ پر گامزن ہوئے۔ اگر ہم اُس خدا کو اس طرح یاد نہ کریں تو ہماری عبادت
محض ایک قسم کی کھیل ہوگی۔ کوئی شخص اس اہمیت کو کم نہیں کر سکتا۔ اس نگاہ سے جو عظمت
اسلامی نماز کو حاصل ہے۔ اسپر کوئی حرف نہیں لا سکتا۔ اخلاقی اور روحانی قالب میں ڈھلنے
کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے کہ انسان میں ظلی طور پر اُن صفاتِ الٰہیہ کا عملاً رنگ پیدا ہو جائے
گو ہم میں سے بعض کا طریق زندگی اور ان کا طرزِ عمل اس وقت اسلامی نماز کے مطالبات کو
پورا نہیں کر رہا۔ لیکن ان کی عملی کمزوریاں حقیقت نماز سے خالی نہیں۔ اس سے اسلامی نماز کی

رفعت شان میں کمی نہیں آتی۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر ایک عابد ان باتوں سے رنگین ہو جائے جس کی طرف اسلامی نماز لے جاتی ہے تو پھر اسکی زندگی کیا کچھ ہو جائے گی۔

اگر لوگ حقیقی طور پر ربّ العٰلمین کے پرستار ہو جائیں جو تمام اقوام کا پرورش کنندہ ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ پھر کوئی نسلی یا قومی امتیاز پیدا ہو؟ اگر لوگ سچے دل سے خدا کو رحمٰن تسلیم کر لیں تو پھر مفلسی و ناداری یک قلم دنیا سے اٹھ جائے اور ہم بخوشی اپنی دولت دوسروں کے فائدے کے لئے صرف کرنے لگیں۔ اگر ہم دوسروں کو مزدوری اور محنت کی اجرت یا معاوضہ دیتے وقت اُس رحیم خدا کو سامنے رکھ لیں جو ہماری ایک محنت کے معاوضہ میں سو گنا دیتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ یہ خوفناک جنگ سرمایہ اور محنت میں رہ سکے جو آج کل ہو رہا ہے۔

اچھا اگر ہم اس قدر بلند پروازی نہیں کر سکتے تو کم از کم مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کا نمونہ سامنے رکھیں۔ مخلوق کے ساتھ معاملات میں انصاف برتیں۔ دوسروں کے قصوروں کو معاف کریں لیکن اگر سزا دینی ہی ضروری ہو تو صرف اصلاحِ غلط کار کا ہی خیال ہو۔ یعنی سزا دیتے وقت اسکی بہبودی و اصلاح ہمارے پیش نظر ہو۔ اور اسمیں ذاتی انتقام اور کینہ توزی کے جذبات کا شائبہ تک بھی پیدا نہ ہو۔

اب معزز سامعین! خود ہی انصاف فرمائیں کہ کوئی ذی فہم انسان اس نماز پر بھی نکتہ چین ہو سکتا ہے جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ عابد میں خدمت انسانی کے جذبات پیدا ہو جائیں۔ اگر اسلامی نماز پڑھنے والے نوع انسان کا ربط ہوں۔ اور ان ہدایات پر عمل کریں جو اسمیں موجود ہیں تو کیا یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ زمین پر انسان نہیں فرشتے ہونگے۔ اگر اس نماز کی روح ہماری زندگی میں آجائے تو پھر حسد، بغض، کینہ، دشمنی، امتیازاتِ نسل و قوم، تفاخر خاندانی اور تمام اس قسم کی برائیاں یکسر معدوم ہو جائیں۔ اور قومی مناقشات اور تنازعات بھی مٹ جائیں لیکن اگر نماز کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ نماز میں انسان اپنے قلب کا مطالعہ کرے۔ اور اس بات کا احتساب کرے کہ اسکے اعمال کہاں تک اس منشائے خداوندی کے ماتحت ہیں

جس کی طرف اسلامی نماز کے مندرجہ بالا صفات الہٰیہ اشارہ کرتے ہیں تو میرا دل چاہتا ہے کہ پانچ وقت چھوڑ، پچاس وقت بھی نماز پڑھوں تو تھوڑی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آجکل کی مصروفیت اور خصوصاً یورپ کی مصروف زندگی کے باعث اسلامی اوقاتِ نماز گھبراہٹ پیدا کریں گے خصوصاً جبکہ وہاں ہفتے میں ایک ہی دن عبادت الٰہی کے لیے وقف ہے لیکن جس وقت بھی عقائدِ اسلام اپنی سادگی کی وجہ سے وہاں ہر دلعزیز ہوگئے تو پھر تو تمام رکاوٹیں اِن شَاءَ اللہ دور ہو جائیں گی۔ لہذا معاملاتِ تبلیغ میں ہمیں اُن احکامات کی تتبع کرنی چاہیئے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو یمن کا گورنر مقرر کرتے ہوئے دیئے۔

جو سبق اس پانچ وقتہ نماز میں ایک مسلمان کو ملتا ہے اُسے اور واضح کرنیکے لیے ایک مسلم کو اُن اخلاق کے برتنے کے لیئے جمعہ کے دن خطبہ میں ایک صدا بھی دی جاتی ہے:۔

اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَلَی الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔

اللہ حکم دیتا ہے تم کو اے مسلمانو کہ انصاف کرو۔ اپنا حق لو۔ اور دوسروں کا حق انہیں دو نیک سلوک کرو۔ جو تمہاری امداد کے مستحق نہ ہوں اُنکی بھی امداد کرو۔ اور دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔ جیسا کہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کرتے ہو۔ ان تین اعلیٰ ترین نیکیوں پر عامل ہونے کی ہدایت کے بعد اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کے آخری حصہ میں ہمیں ہر ایک قسم کی اس بدی سے رُکنے کا حکم فرماتا ہے جو ہماری ذات۔ ہمارے ہمسایہ یعنی ہموطن اور ہمارے ملک کے لیئے مضرت رساں ہو۔ اِن بدیوں میں سے آخری بدی بغاوت ہے۔ یعنی ایک مسلم کو کوئی ایسا امر نہ کرنا چاہیئے جو ملکی قوانین کے خلاف پڑے۔ میں یہ سوال کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کیا خدا یا مذہب یا اخلاق کے نام پر کوئی شخص اس تعلیم سے کوئی بہتر تعلیم بتا سکتا ہے جو سورۃ فاتحہ اور مندرجہ بالا آیات کریمہ میں آگئی ہے۔ الغرض اس نئے یا؟

اِس امر پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ نسلِ انسانی کے فوائد جو اس تعلیم سے وابستہ ہیں
وہ بالکل عیاں ہیں۔ لیکن کیا اِس موقع پر میں اپنے اسلامی بھائیوں سے یہ درخواست کرلیا
کہ وہ اپنے طرزِ عمل کو غور سے مطالعہ کرکے مجھے بتائیں کہ اسلامی تعلیمات نے اِن کے اندر
کس حدتک اثر کیا ہے؟ کیا اُنھوں نے قرآنی تعلیم کو اپنی زندگی کا ہادی بنایا ہے؟ کیا وہ
ان احکام پر عمل پیرا ہیں جو ہر جمعہ اُن کو دیئے جاتے ہیں۔ اگر وہ ان پر عامل ہیں تو کیا
وجہ ہے کہ اُن کی زندگی من حیث القوم رو بانحطاط ہو رہی ہے کیوں؟ افلاس، نکبت،
مسکنت، ادبار، اور اضطراب ان کے خاندانوں کے خاندانوں پر حکمراں ہو رہا ہے؟ اگر
برادرانِ اسلام اخلاقِ ربانی سے متصف ہوں تو کیا یہ اُن کی حالت ہو سکتی ہے؟
آخر زکوٰۃ[1] اسی غرض و غایت کے لیئے تجویز ہوئی تھی۔ ایک شخص مسلمان ہونے پر ہی
زکوٰۃ کا پابند ہو جاتا ہے لیکن کیا ہم سب اس حکم کا عملاً احترام کرتے ہیں۔ اگر ہمارے چاروں
طرف ادبار، مسکنت منڈلا رہی ہے۔ تو یہ تو ہمارے اعمال کا ہی نتیجہ ہے۔ آج اگر ہم
صفاتِ الٰہیہ سے رنگین ہو جائیں۔ اور اُن کے ماتحت چلیں تو یہ سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔
دوسروں کو دعوتِ اسلام دینے سے پہلے ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اور
حق بھی یہی ہے کہ ہمارے الفاظ نہیں بلکہ ہمارے اعمال ہی **تبلیغ اسلام میں**
بلند ہنگام ہوں۔ اور چونکہ ہم یہاں **تبلیغ اسلام** کے لیئے جمع ہوئے ہیں۔ مناسب
ہے کہ اس موقع پر میں ایک نصیحت آپ لوگوں کو کروں۔ مثل مشہور ہے کہ سخاوت سب سے
پہلے گھر سے ہی شروع ہونی چاہیئے۔ اِس لیئے لازم ہے کہ مذہبِ قرآن ہم پہلے مسلمانوں ہی
کے سامنے پیش کریں۔ اور بعض نام کے مسلمانوں کو کام کے مسلمان بنائیں۔ اور انہیں احکام
اسلامی پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں۔

[1] اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ
وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبہ آیۃ ۶۰)

روحانیات فی الاسلام کے متعلق ایک بات اور گوش گزار کرنی چاہتا ہوں۔ یہ روحانیت
اسی وقت پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے اقوال واعمال
میں ربانی رنگ پورے طور پر اختیار کر لیتا ہے۔ اور صفاتِ الٰہیہ ظلی طور پر اپنے اندر
پیدا کرتا ہے۔ یہ بات اسی وقت ممکن ہے۔ جب ہم اعلیٰ اخلاق پر عامل ہوں۔ لیکن
اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ اخلاقِ فاضلہ کی بنیاد ایثار پر قائم ہے۔ اگر ہم صفات
الٰہیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیئے روزمرہ کی زندگی میں ایثار کا رنگ پیدا کرنا ناگزیر
ہے۔ دیگر مذاہب نے تو اس بات کے حصول کے لیئے ترکِ دنیا اور طرح طرح کی نفس کشیاں
تجویز کیں لیکن اسلام نے ان باتوں کو جائز نہیں ٹھہرایا۔ کیونکہ رہبانیت اور ترکِ دنیا
کی وجہ سے ہم اپنے بھائیوں کو ان فوائد سے محروم کر دیں گے جن کی قابلیت خدا تعالیٰ نے
ہمیں بخشی ہے۔ رہبانیت کے مقابل، اسلام نے اسلامی نکاح تجویز کیا ہے۔ کیونکہ اس
اصول کے ماتحت ہماری زندگی کے ہر لمحہ میں خود وہ حالات ومواقع طبعًا پیش آتے رہتے ہیں۔
جہاں ہمیں ایثار دکھانا پڑتا ہے۔ جب ایک انسان شادی کرتا ہے تو وہ آئندہ زندگی ان
لوگوں کے سود وبہبود کے لیئے بسر کرتا ہے جو دائرہ اقارب میں داخل ہو جاتے ہیں خواہ
ایک شخص کتنا ہی سنگ دل کیوں نہ ہو۔ اُسے اپنے کنبے کی ضروریات کا لامحالہ احساس ہوتا
ہے۔ اور انسان کے اندر جو مودت [۵۱] اور رحم کے جذبات پیدا کیئے گئے ہیں۔ اُن پر عامل ہونے
کے لیئے گھر کی چاردیواری ہی پہلے موزوں جگہ قرار پاتی ہے۔ قرآن کریم نے بھی یہی مقصد
شادی کا بیان فرمایا۔ اور یہ نہیں جیسا کہ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نکاح سے جذبات
سفلیہ تسکین پاتے ہیں۔ متاہل زندگی۔ حسنِ سلوک کو اپنے کنبے تک ہی محدود رہنے نہیں دیتی
بلکہ کنبے کے بعد ہم ان اعزا واقارب سے بھی اسی قسم کے سلوک پر طبعًا مجبور ہو جاتے ہیں
جن کے ساتھ بی بی کی طرف سے یا والدین کی طرف سے ہمارا تعلق ہو۔ اور اسی طرح ہم

[۵۱] وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝ (الروم آیت ۲۱)

دائرہ سلوک کو وسیع کرتے کرتے اوروں سے بھی اسی سلوک کو کرنے لگ جاتے ہیں جو ہم اپنے بال بچوں سے کرتے ہیں۔حق الامر یہ ہے کہ اخلاقِ فاضلہ کی توسیع کا بنیادی پتھر رسمِ نکاح ہے۔

میں وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اخلاقِ منزلیہ کے بہترین سبق سکھائے۔مثلاً محبت، اطاعت و حرمت کے معاملہ میں قرآن کریم نے والدین کا درجہ خدا کے بعد رکھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ "جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے"۔دوسری حدیث میں فرمایا کہ "تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بہترین طرزِ عمل اختیار کرتا ہے"۔"تمہارے گھر میں سب سے اچھی دولت نیک بی بی ہے۔اور وہ خاندان کی ملکہ اور سرتاج ہے"،دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "تم میں سے کوئی سچا مسلمان نہیں بن سکتا تاوقتیکہ وہ اپنے بھائی کے لیئے وہی چیز روا نہ رکھے جسے وہ اپنے لیئے بہترین سمجھتا ہے۔سب انسان خدا کے پیدا کردہ ہیں۔اور جو شخص اسکی مخلوق کی سب سے زیادہ خدمت کرتا ہے۔وہی اسکی نگاہ میں عزیز ترین ہے"۔

الغرض میں قرآن کی بہت سی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت اقوال اس قسم کے پیش کر سکتا ہوں جن میں بہترین اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔یہ چند آیات اور احادیث جو میں نے اس وقت پیش کی ہیں محض اسلیئے کہ آجکل مادی تاثرات نے انسان کے دل و دماغ پر اس قدر قبضہ کیا ہوا ہے کہ یہ موٹی موٹی اصولی باتیں بھی جن پر عمل کرنا ہماری منزلی طمانیت اور راحت کے لیئے نہایت ضروری ہے۔لوگ نظرانداز کر رہے ہیں۔

؎ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔

(بنی اسرائیل آیت ۲۳)

اور خود غرضی کو دلوں میں راہ دے رہے ہیں۔ جب لوگوں کو فارغ البالی اور تن آسانی نصیب ہوتی ہے۔ تو وہ بچوں کے ساتھ والدین کو بھی بھلا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ انکے والدین اور انکی اولاد تک دوسروں کے دست نگر ہو جاتے ہیں ؛۔

ضرورت ہے کہ یہ اخلاقِ مذکورہ بالا دنیا کے مشعل راہ ہوں۔ اگر اسلام نے مسرت و راحت کا اس قدر خزانہ انسان کو دے رکھا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہیں وہ باتیں ہیں جو ذہنی، اخلاقی اور روحانی فضائل کو بڑھا سکتی ہیں۔ اور بالمقابل مذاہب دیگر میں ایک حد تک ایسی وضاحت نہیں تو آپ عجب نہ سمجھیں کہ اگر اسلام کو اسکے اصلی رنگ میں مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تو بہت جلد ہر طرف اسلام ہی اسلام نظر آئے ؛۔

پیشتر اس کے کہ میں اس بحث کو ختم کروں۔ اور مغرب میں خصوصًا تبلیغ اسلام کے لیئے کچھ عملی تجاویز پیش کروں، میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اُن باتوں کو جو میں نے مختلف پیرایوں میں کہی ہیں اُنکو برعایتِ اختصار ایک سلسلہ میں بیان کروں جن سے اسلام ایک عالمگیر خیر و برکت کا مذہب ثابت ہوتا ہے ؛۔

اسلام ایک نہایت ہی سادہ۔ جامع۔ معقول اور قابلِ عمل مذہب واقع ہوا ہے۔ اسکا لُبِ لباب، حقوق اللہ و حقوق العباد ہے۔ نہ تو یہ غیر معقول تحکمانہ عقائد کی تعلیم کرتا ہے۔ اور نہ ہی فلسفی لاینحل مسائل کا مجموعہ ہے۔ نہ ہی باطنیات کی چند ناقابلِ عمل باتوں کا ذخیرہ۔ اسلامی الٰہیات نے مذہب کو داستانوں، قصوں اور لاینحل باتوں کی اُلجھنوں سے نکال کر عملی جامہ پہنایا۔ اسلام نے خدا تعالیٰ کو فوق الفہم اور لطیف[1] ہستی میں پیش کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اُن صفاتِ الٰہیہ کا بھی خاص طور سے ذکر کیا ہے جن کی تتبع میں انسان کے اندر جو کچھ بھی خیر و خوبی ہو وہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اسکی مضمرہ استعدادات عالیہ رو براہ ہو کر اسکے میلانِ بدی کا قلع قمع کر دیتی ہیں ؛۔

[1] لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (الانعام آیت ۱۰۴)

ظہورِ اسلام پر انسان حیوانیت کے دروازے پر تھا۔ لیکن اُس نے انسان کو اس مقام پر پہنچانا چاہا۔ جہاں وہ مسجودِ ملائک[۱] ہو جائے۔ یہ تو آج مغرب کے ادراک میں آیا ہے کہ اخلاقِ فاضلہ صرف صفاتِ الٰہیہ کے ہی اظلال ہیں۔ لیکن اسلام نے تو پیدا ہوتے ہی عملی طور پر ہمیں یہ سبق دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امر کے متعلق فرمایا کہ "تم اخلاقِ ربّانی اپنے اندر پیدا کرو۔" اسی تعلق میں میں کہتا ہوں کہ اسلام نے انسانی جذبات کے ہلاکت کی تجویز نہیں کی۔ بلکہ اسلام نے وہ سبق دیئے کہ جس سے انسان کے جذباتِ اسفل، رفعت پا کر اخلاقِ فاضلہ اور روحانیت کی شکل اختیار کر لیں۔ اسلام کی تعلیمات انسان کے ہر جذبہ و خواہش کا علاج اپنے اندر رکھتی ہیں۔ سب سے پہلا سبق اسلام نے سکھایا کہ خدا رب العالمین ہے۔ کل نسلِ انسانی اسکا کنبہ[۲] ہے۔ اور اسکے کل افراد رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں۔ جن پر کسی ملّی یا وطنی امتیاز کا اثر نہ ہونا چاہیئے۔ اسلام نے نسلی قومی یا ملکی حدود کو توڑ کر صرف تقویٰ[۳] اور نیکی کو تکریمت کا معیار ٹھیرایا۔ اسلام نے تمام معلّم مذاہب کا احترام کیا۔ اور اُن کی تعلیمات[۴] پر ایمان لانے کا حکم فرمایا۔ اسلام نے دوسرے

[۱] وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ آیت ۳۴)

[۲] كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (البقرہ آیت ۲۱۳)

[۳] يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات آیت ۱۳)

[۴] وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد آیت ۷) قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرہ آیت ۱۳۶)

معبودوں کے سبّ وشتم سے روکا۔ خواہ وہ معبود۔ خدا۔ یا خدا کے مجسمہ یا اوتار ہی کیوں نہ سمجھے گئے ہوں۔ اسلام نے نسل انسانی کی محبت کو ایک اہم جزو ایمان قرار دیا۔ خیرات و سخاوت کے استحقاق کو کنبہ یا خاندان کی چار دیواری سے نکال کر غیروں تک کو اس سے محروم نہ رکھا۔ اسلام نے انسان کو ان تمام چیزوں کا امین ٹھیرایا جو اسکو خدا کی طرف سے ملیں یا اُس کے اکتساب میں آئیں۔ سچا مُسلم وہی ہے جو اپنے تمام مکسوبات، مقبوضات اور قوٰے کو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لگا دے۔ اور بقول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خدمت الٰہی دراصل خدمت انسان ہے۔ اسلام کو امن سے محبت اور فساد سے تنفر ہے۔ اور اگر کسی قوم کی معروف و مروجہ باتیں انسان کی بہتری کی طرف منجر ہوں تو اسلام اُن کی عزت کرتا ہے +

اسلام بغاوت سے روکتا۔ قانون کی اطاعت و انقیاد اور حاکم وقت کی فرمانبرداری کی تاکید کرتا ہے۔ اسلام انسان کو ان تمام امور سے روکتا ہے جو ہمسایہ یا سوسائٹی عامہ کے لیے مضر ہوں۔ اسلام عجز۔ انکساری۔ قول احسن۔ شیریں بیانی، کی ہدایت کرتا ہے

ا وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام آیت) ۲ اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء آیت ۳) ۳ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (الاحزاب آیت ۲) ۴ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النحل آیت ۹۰) ۵ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۵۳) ۶ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (لقمٰن آیت ۱۹)

اسلام تمام ایسی مخفی سوسائٹیوں[۵۰] یا سازشوں کو جو دوسروں کے لیے مضرت رساں ہوں نفرت سے دیکھتا ہے۔ اسلام نے عدل[۵۱] و انصاف کو سوسائٹی کا اساسی اصول ٹھیرایا ہے چنانچہ فرمایا کہ تم عدل و انصاف کرو۔ اور ایسا نہ ہو کہ کسی کی قومی منافرت تمہیں عدل[۵۲] کی راہ سے روکے ؛

اسلام نے جہالت کو تمام بدیوں کی جڑھ قرار دیا۔ اور تحصیل[۵۳] علم کو انسانی فرض قرار دیا۔ اسلام نے کائنات[۵۴] کو بنظر بصیرت دیکھکر ان سے اپنے مفید مطلب علمی انکشافات کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور اس بات پر زور دیا ہو کہ ہم کائنات کی ہر ایک چیز کا صحیح استعمال دریافت کریں۔ اسلام نے پڑھنے لکھنے کی سفارش کی۔ سب سے اول اسلام ہی تھا جس نے علمی خزائن کو رفاہ عام کے لئے خانقاہوں اور صوامع سے باہر لایا۔ اور اس طرح سے دنیا میں توسیع علم کا ایک بہت بڑا آلہ کار بنا۔ اسلام سے پہلے تو لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ بدی فطرت انسانی میں مرکوز ہے اور اسکی تقدیر میں اٹل طور پر لکھی ہی۔ لیکن اسلام نے تعلیم کی کہ انسان جبلی شرافت[۵۵] اور استعدادات عالیہ لیکر دنیا میں آیا ہو بدی پیچھے سے نہیں آئی۔ بلکہ انسان نے یہاں آکر اُسے حاصل کیا ہے ؛

اسلام انجیل عمل بنکر آیا۔ اور اُس نے انسان کو جمود و غفلت سے بیدار کیا۔ اسلام جد و جہد[۵۶] کی سفارش کرتا اور اسکے متعلق اعلان کرتا ہو کہ افضال الٰہی اسی وقت نازل ہوتے ہیں جب انسان خود ہاتھ پاؤں ہلائے۔ اسلام انسان میں شخصی ذمہ داری[۵۷] کا مضبوط احساس پیدا کرتا ہے۔ اسلام نے محنت کا نام شرافت رکھا اور کام کرنے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ اسلام نے کسب

۵۱ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ه (الانعام ۱۵۳)
۵۲ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ۚ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ه (المائدہ ایت ۸) ۵۳ احادیث نبوی ۵۴ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ه (آل عمران ایت ۱۹۰) ۵۵ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (المؤمنین ایت ۴) ۵۶ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم ایت ۳۹) ۵۷ وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ۚ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ه اِقْرَاْ کِتٰبَکَ ۚ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا ه مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۗ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ه (بنی اسرائیل ایت ۱۳-۱۵)
۵۸ لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ ...... نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ه (النساء ایت ۱۱۴) اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ ...... وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ه (المجادلہ ایت ۱۰)

دولت و مال کی بھی زبردست تحریک کی۔ لیکن اسلئے نہیں کہ وہ اُسے اپنی تعیشات میں صرف کرے
بلکہ اُسے وہ بنی نوع انسان کے فائدے میں لائے۔ اسی وجہ سے اسلام نے پرہیزگاری اور ضبط
نفس کو ایک اعلیٰ نیکی قرار دیا۔ اسلام آزادیٔ عمل اور آزادیٔ خیال کی تحریک کرتا ہے اور اختلاف
رائے کو رحمت قرار دیتا ہے۔ اسلام جسمانی صحت کی ترقی اور حفظانِ صحت کے تمام قوانین کا لحاظ
کرنا سکھلا کر ہر قسم کی نجس چیزوں سے بچنے کا حکم کرتا ہے جسمانی اور ذہنی صحت کے معاملہ میں
تمام دنیا اسلام کی مرہونِ منت ہے کہ اُسنے شراب کی ممانعت کی۔ شراب تو ایک شکل میں وہ سم
قاتل ہے جو کل قوائے انسانی کو تباہ کر دیتی ہے۔ لیکن عجب بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے کسی
مصلح یا ریفارمر نے اسکی طرف توجہ نہیں۔ مختصراً میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی آخری کتاب میں
وہ تمام صداقتیں اور اچھی باتیں موجود ہیں جو قبل از اسلام بنی نوع انسان کو دی گئی تھیں اسلام
موجودہ یہودیت کی ایک اصلاح یافتہ شکل اور تعلیمات مسیح کی ایک صورت ابلغ ہے۔ جہاں کہیں کوئی
اچھی بات تھی وہ اسلام میں آگئی۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی تعلیم بعض ہندو فرقوں سے
اس قدر قریب ہے کہ وہ قربت انہیں ہندو مذہب کے دوسرے فرقوں سے نہیں۔ یہ باتیں نہ تو
میرے اپنے تخیلات ہیں اور نہ میرے اپنے ہی دماغ کا نتیجہ ہیں بلکہ قرآن اور احادیث کے
حوالوں سے جو کچھ میں نے بتلایا۔ وہ سب کی سب تعلیماتِ اسلامی ہیں:

اگر اسلام میں اس قسم کی جامعیت ہے اور یہ ہر ملک و قوم کے مناسب حال واقع ہوا ہے تو کیا
اسکی ضرورت کل دنیا کو نہیں۔ اسکی تعلیمات اور معتقدات پر کیا کوئی حرف لا سکتا ہے۔ اگر اسلام
اپنی اصلی شکل و صورت میں پیش ہو اور اسکے اصول حکیمانہ انداز پر بیان ہوں جیسا کہ قرآن نے حکم دیا

۵۱ أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (الملک آیت ۲۲) ۵۲ احادیث نبوی ۱۲
۵۳ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ (المدثر آیت ۴-۵) ۵۴ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً
فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ (البینہ آیت ۲-۳) ۵۵ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ (النحل آیت ۱۲۵)

تو کیا وجہ ہے کہ دنیا اور بالخصوص مغربی دنیا اسکے حلقہ بگوش ہونے میں ساعی نہ ہو +

میں مغرب سے آیا ہوں ۔ میں اپنے لوگوں کو جانتا ہوں ۔ وہ اپنے مروجہ مذہب سے بیزار ہو چکے ہیں وہ ایسی صورت کا مذہب چاہتے ہیں ۔ جیسے اسلام وضع ہوا ہے ۔ مغرب میں جب کبھی آپکے کسی ذی فہم انسان سے ملنے کا اتفاق ہوگا ۔ اور آپ اُس سے اسلامی صداقتوں اور محاسن کا ذکر کریں تو وہ آپ سے متفق ہی نظر آئیگا ۔ بلکہ وہ یہانتک کہہ گزریگا کہ آپ تو اُسی مذہب کا ذکر کر رہے ہیں جو میرے دل کا مذہب ہے ۔ میں اپنے اس بیان کی تصدیق میں آپکے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں اسلام مغرب میں طرح طرح کی غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کا ہدف بنا ہوا تھا اور اسکے متعلق بُرے بُرے خیالات ظاہر کیے جاتے تھے ۔ کیا ایسے مذہب کی تلقین کے لیے پندرہ سال کا ایک قلیل قلیل عرصہ تاریخ مذہب میں کوئی حقیقت رکھتا ہے ۔ اس عرصہ میں تو اسلام کے نام سے بھی بعض کو آشنائی نہیں ہو سکتی ۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ **مُسلم مشن ووکنگ انگلستان** نے ان تمام مخالف حالات کے مقابل اس عرصہ میں ایک حیرت انگیز کامیابی حاصل کر لی اس مشن کے کارکنوں نے سب سے اول نہایت ہی توجہ سے مغرب کے ذہنی ، مذہبی اور سوشیل رجحان خیالات کا مطالعہ کیا جس سے اُن پر واضح ہو گیا کہ تبلیغی تگ و دو کا صحیح وقت یہی ہے ۔ انہوں نے مذہب کے حقیقی معنی مغرب میں پیش کیے ۔ انہوں نے انہی خوبیوں کو اہل مغرب کے سامنے پیش کیا جن کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں ۔ اور یہی ضرورت حقہ کا علاج تھیں اور وہ دلوں میں جاگزین ہو گئیں ۔ چند سال پیشتر یورپ میں اسلام ایک نامرغوب مذہب سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن اب وہ ملک نہیں ہے اور جہاں ہمارے مذہب کی تبلیغ ہوتی ہے وہاں وہ عزت ۔ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔ اور یہ سب کچھ ایک قلیل عرصہ میں ہوا ہے ۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسقدر اہل مغرب کے قلوب حق و صداقت کو قبول کرنیکے لیے تیار ہو چکے ہیں +

ایک سچے مُسلم مبلغ کی طرح **مسلم مشن ووکنگ انگلستان** کے کارکنوں نے دوسروں کی برائیاں[1] زبان پر لانے سے محترز رہے ہیں ۔ لیکن کلیسہ کی غیر معقول تعلیمات کے توڑنے میں

[1] ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدواً بغیر علم (الانعام آیت ۱۰۹)

انہوں نے ہمیشہ جرأت اور دلیری سے کام لیا ہے۔ ہاں جو کچھ کہا۔ نہایت تہذیب اور شریفانہ انداز سے کہا۔ انہوں نے مبرہن کر دیا کہ جنابِ مسیح کا اصلی مذہب کلیسہ نہیں بلکہ اسلام تھا۔ چنانچہ اسی قلیل عرصہ میں انکی تبلیغی جدوجہد نے مہتم بالشان کامیابی دیکھی۔ اور اس کامیابی کا ایک بڑا ذریعہ وہ ادبیات اسلامی ہیں جو اس مشن نے تیار کر کے مفت یا نام نہاد قیمت پر شائع کیں۔ لہٰذا ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ اسی طریقے پر ہم مغرب میں اسلامی لٹریچر پھیلائیں۔ اور میرے نزدیک اس ملک میں بھی آپ کو زیادہ تر انگریزی پڑھنے والے ہی ملیں گے۔ ہمیں اسلامی کتب کے سلسلے کی اشاعت کی ضرورت ہے جسکی تعداد پچاس کے قریب ہو اور جس کی قیمت فی کتاب ایک شلنگ ہو۔ جن میں اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بحث ہو۔ اور ہر ایک کتاب اسلام کے بعض پہلوؤں پر ایک جامع کتاب ہو۔ جس میں تہذیب، ترقی، امحبت اور رواداری وغیرہ کے امور پر بحث ہو۔ پھر اسی طرح اور کتابوں کے علاوہ ایک ایسی مختصر سی کتاب کی بھی ضرورت ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کے مختلف پہلو آجائیں وہ دن آچکا ہے جب دنیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے علم میں اضافہ کرے۔ اگر ہم اس پاک انسان کی اصل شکل و صورت کو دنیا کے آگے پیش کریں تو مجھے تو دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان نظر نہ آئیگا جسکا دل آپ کی محبت سے لبریز نہ ہو جائے۔ وہ مقدس سے مقدس انسان اس وقت نہایت ہی غلط بیانیوں کے لباس میں ملبوس کر دیا گیا ہے آپ کی زندگی تو پاکیزہ اور بے عیب ہے لیکن پادریوں نے آپ کی تصویر نہایت ہی گھناؤنے رنگ میں کھینچی ہے۔ آپ انہیں اصلی رنگ میں پیش کیجئے تو دنیا مسخر اسلام ہو جائے گی۔ اسی غرض کیلئے ہم نے اپنے منکسرانہ رنگ میں مسلم لٹریری فنڈ قائم کیا ہے۔ اور اسکی صدارت کا مجھے فخر حاصل ہے۔ ہم نے آجتک چند ایک انگریزی کتب قریب قریب انکی اصلی لاگت پر شائع کی ہیں اور جن میں سے چند کتب کا نام ذیل میں دیا جاتا ہے:-

(۱) "اسلام اور حقیقی عیسائیت میں مناسبت" (۲) "ینابیع المسیحیت" (۳) "اسلام کیا ہے" (۴) "اقوال النبی" (۵) "احادیث نبوی" (۶) "پیام اسلام" (۷) سالسبری اور لنڈن کے بشپوں کے نام کھلی چٹھی وغیرہ وغیرہ۔ اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کیلئے کشش قلوب کے لیے یہ کتب بے انتہا مفید ثابت ہونگی

ہیں۔ لیکن ہماری کوششیں اور ذرائع بہت ہی محدود ہیں۔ وہ تو سمندر میں ایک قطرہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہمیں اس کام کے لئے معاونین کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم اسلامی ادبیات کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا سکیں۔ ہمیں مغرب میں اپنے لٹریچر کا دریا بہا دینا چاہیئے۔ اور اسکے ثمرات ہمارے وہم و گمان سے بالاتر ہونگے۔ ہمیں لندن میں ایک مسجد کی بھی ضرورت ہے۔ جو مغرب میں مذہبی امور کے لئے مشعلِ اسلام ہو۔

مغرب میں تبلیغ کے متعلق جو کچھ میں نے عرض کیا ہے۔ کم و بیش ہر جگہ حاوی ہو سکتا ہے۔ آپ یورپ۔ جنوبی۔ مشرقی۔ اور مغربی افریقہ میں بھی انہی طریقوں پر اسلام کی اشاعت و تبلیغ کر سکتے ہیں۔ سال گزشتہ میں اپنے پیارے سے پیارے بھائی خواجہ کمال الدین صاحب کی معیت میں تبلیغی دورے پر گیا۔ حضرت خواجہ صاحب ممدوح کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ دوسری جگہوں کے مقابل افریقہ کے یورپین کو اسلام کی طرف لانے کے لیئے وہاں بہترین مواقع ہیں۔ ان میں سے اکثر اسلام سے قطعًا ناآشنا ہیں۔ انکی لوح دل ان لغویات سے بالکل صاف ہے جنھیں ہم عیسائی مشنری پراپگنڈا کی طفیل۔ دوسرے دو براعظموں میں دیکھتے ہیں۔ یہی جنوبی اور مشرقی افریقہ کے اصلی باشندے۔ اگر وہاں سرگرم کوشش کی جائے تو وہاں بھی اشاعت اسلام ایک طے شدہ امر مشتبہ ہے۔

ہندوستان میں تبلیغ کے سوال کو آپ مجھ سے بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ حالات حاضرہ میں آپکے سامنے بظاہر لاینحل مشکلات ہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم کے سامنے تو اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر دقتیں تھیں۔ چاہیئے کہ آپؐ کی پاک زندگی ہی ہم میں آپؐ کی روح پیدا کر دے اور اس معاملے میں آپؐ کا اسوۂ پاک ہی ہمارا ہادی راہ ہو۔ ہاں استقلال و ہمت، صداقتِ مقصد بردباری و انکساری، ہمدردی اور سچا برادرانہ احساس ہم میں ہو۔ اور اسکے ساتھ صبر اور مسلسل دعاؤں سے ہم کام لیں۔ تو تمام مشکلات حسب فرمودہ قرآن حل ہو جائیں گی۔ اپنے پیشین کی شوکت اور ان کے تقوے کے راگ گانے ٹھیک نہیں۔ کل کا فکر کرو۔ اور یوم آخرت پر ایمان رکھو۔ اپنے عمل سے

سلہ یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین (البقرہ آیت ۱۵۳) سلہ و بالآخرۃ ہم یوقنون (بقرہ آیت ۴)

اپنے مذہب کا اعلان کرو۔ کیونکہ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ آپکے الفاظ سے کہیں زیادہ آپکے اعمال دوسروں کے علم و سماعت میں بلند آواز ہوں۔ الغرض آپ کی پاکیزگی نفس، نیک اعمالی، منکسر المزاجی۔ فی الجملہ آپ کا تقویٰ و پرہیزگاری ہی دوسروں سے اسلام کے لیئے ستایش و عزت حاصل کرے اور ان سب باتوں کا میں خصوصیت سے اُن لوگوں سے متوقع ہوں جنہوں نے دوسروں کے سامنے مبلغ اسلام ہو کر نکلنا ہے۔

آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک ذی فہم انسان آسانی سے ہمارے پیغام کو سمجھ لیگا ہمیں تبلیغ اسلام میں کسی ترغیب کی ضرورت ہے اور نہ پھسلانے کی حاجت۔ میں پکا انگریز ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ میرے دل کے اندر اسلام جاگزین ہے لیکن مجھے تو کسی نے اسلام کیلئے کوئی ترغیب یا پھسلاوا نہیں دیا۔ ہاں میرے پیارے بھائی اور دوست جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اگر کچھ کیا۔ تو صرف اسقدر کہ جب میں نے اپنی بعض دقتوں کو اُنکے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اُسکی تشریح کردی۔ اور مجھے اُنکی صداقت پر تیقن کرا دیا۔ میرے خود بھی مذہبی امور میں کسی پر کبھی کوئی ذاتی دباؤ یا اثر نہیں ڈالا لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ جب کبھی کسی پر غور و فکر کا وقت آئیگا تو وہ اپنے لیئے مذہب، اسلام ہی تجویز کریگا۔ کیونکہ اسلام کی تعلیمات بہت ہی پاک، صاف، دلربا اور خوبصورت ہیں۔ اور غیر اغلب معتقدات سے خالی ہیں۔

بعض اسلامی ممالک، تبلیغ اسلام سے لاپرواہ ہیں۔ لیکن آپنے تو اس ضرورت کو محسوس کر لیا ہے۔ آپ قرآنی تعلیم پر گامزن ہوں "اللہ کے رستے کی طرف دوسروں کو حکمت اور دانائی سے دعوت دیں" اور جیساکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ انہیں پسندیدہ طریق پر تعلیم دیں۔ اور مجادلہ کے وقت، احسن اور خوبصورت پیرایہ میں پیغام پہنچائیں تو مجھے یقین ہے کہ ایک اہم کام کو آپ سرانجام دیدینگے۔

اب مجھے آپکے سامنے قرآن کریم کی ایک ہی بات پیش کرنی ہے۔ اور پھر میں اس خطبے کو ختم کرونگا۔ میں چند آیات کتاب حمید سے پڑھتا ہوں:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم

بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران آیت ۱۰۱ تا آیت ۱۰۳)

ان مقدس الفاظ کی تصریح کی چنداں ضرورت نہیں لیکن میں آپکی توجہ ان دو امور کی طرف مبذول کرتا ہوں جن پر ان آیات میں زور دیا گیا۔ یہ رکوع اپنے خاتمہ پر بتاتا ہے کہ تمہاری کامیابی اور فلاح دوسروں میں تبلیغ اسلام پر منحصر ہے۔ اور پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی اُس نعمت کا ذکر کرتا ہے جس کا نام اُخوت ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بخشی۔ میری ناقص رائے میں اس رکوع کا لب لباب یہ ہے کہ اگر قرآنی اصطلاح میں کامیابی تبلیغ کا نتیجہ ہے تو یہ صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ جب اللہ کی رسّی (یعنی قرآن کریم) ہمارے ہاتھ میں ہو۔ ہم رشتۂ اخوت میں مضبوطی سے منسلک ہوں۔ اور اس رشتہ پر اندرونی و شکمی اختلافات کا کوئی اثر نہ ہو۔ میں سنتا آیا ہوں کہ اسلام میں بھی چند فرقے ہیں۔ مثلاً شیعہ و سنّی وغیرہ وغیرہ۔ اور آج بھی شیعہ، سُنّی اصحاب ایک دوسرے کے مخالف نظر آتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم کو پڑھا اور وہ تمام باتیں مطالعہ کیں جن کا ماننا ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ میں نے ایسی باتوں کے سمجھنے کی بھی کوشش کی جو ایک سُنّی کو شیعہ سے جُدا کرتی ہیں۔ میں نے سنّیوں کے مختلف فرقہ جات کے باہمی اختلافات کو بھی سمجھنے کی سعی کی۔ لیکن مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ فرقہ وارانہ تکالیف کے بواعث کے سمجھنے سے میں قاصر ہوں۔ شاید اسلئے ہو کہ میں اسلام میں نیا داخل ہوا ہوں۔ لیکن میں اس موقع پر وہ باتیں ظاہر کردینی چاہتا ہوں جو مجھے اس عقیدے پر مجبور کرتی ہیں کہ اسلام میں فرقہ بندی کی گنجایش نہیں۔ کیا ہم سب سُنّی و شیعہ یا دیگر فرقے ایک ہی خدا، ایک ہی رسول پر ایمان نہیں رکھتے۔؟ یعنی وہ رسولؐ جسکی بعثت نے دروازہ نبوت ہمیشہ کیلئے مسدود کردیا۔ کیا ہم ایک ہی کتاب[1] جو خدا تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اور جس سے اپنے لیے ذہنی اخلاقی اور جسمانی امور میں رہنمونی حاصل نہیں کرتے؟ کیا ہم سب کے سب[2] اللہ اور اسکے ملائکہ اسکے رُسلؐ اسکی کتب، یوم آخر۔ اُسکے بنائے خیر و شر کے اندازوں۔ بعث بعد الموت پر ایمان نہیں رکھتے؟ کیا ہم سب کے سب نماز میں ایک ہی جہت منہ نہیں کرتے؟ اور وہ تمام باتیں نہیں کرتے جو یقیناً اقیناً

[1] سورہ آل عمران آیت ۱۰۲ [2] اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت ۱۲

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی ہیں؟ کیا ہم سب کے سب اسلام کے ارکانِ خمسہ کو نہیں مانتے؟ کیا انہیں باتوں کے تسلیم کرنے پر ہمارے ایمان کی تکمیل نہیں ہو جاتی؟ اور اگر انہی تمام باتوں پر ہم سب کا یکساں ایمان ہے، تو خواہ ہم کسی نام سے پکارے جائیں اسمیں مضائقہ نہیں۔ ہم سب مسلم ہیں۔ میں ان تکالیف کے بواعث سمجھنے سے بھی قاصر ہوں جو فرقہ وارانہ مناقشات نے ہم میں پیدا کر دیئے ہیں۔ اس بارے میں مَیں زیادہ صفائی سے کہنا چاہتا ہوں کہ مغرب میں خصوصاً اشاعت اسلام کی آپ توقع نہ رکھیں اگر آپ اپنے مذہب کو ایسے فرقہ وارانہ رنگ میں اُس ملک میں دوسروں کے سامنے پیش کرینگے۔ جنہوں نے اسکے خلاف قدم اٹھایا۔ نہ ایک غلط راہ پر گامزن ہو رہے ہیں۔ فرقہ بندی ہی عیسائی مذہب میں ایک بڑی مصیبت ہے۔ اسکے اندر کم و بیش پانچسو فرقے ہیں وہاں اس فرقہ بندی کو ایک لعنت تصور کیا گیا ہے۔ کیا آپ بھی ایسی چیز ان کے آگے پیش کرینگے جس میں اُسی لعنت کی بو باس ہو۔ اور اس جگہ مَیں مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے کارکنوں کی ستایش کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ اسلام کی خوش قسمتی تھی کہ انگلستان میں اسلام کے ان پہلے مبلغین کا دل و دماغ کچھ ایسا سلجھا ہوا تھا کہ اُنہوں نے اپنی تبلیغ کو ان فرقہ وارانہ اختلاف سے ارفع رکھا۔ انہوں نے ان بے حقیقت چیزوں کو اپنے پروگرام میں لانا ضروری نہ سمجھا۔ انہوں نے مغرب میں ایک ایسا مذہب پیش کیا جو **فرقہ بندی سے معرا تھا**۔ جب اسلام اس رنگ میں پیش ہوا، تو یہ بات اُن قلوب کیلیئے **بشارت عظمیٰ** ثابت ہوئی جو پہلے ہی سے فرقی اُدھیڑبُن میں پڑے ہوئے تھے۔ اُن مبلغین اسلام نے یہ تو نہیں کہا کہ اسلام میں فرقہ نہیں۔ ہاں اُنہوں نے بوضاحت ثابت کیا کہ اسلام میں بعض فروعات کے باعث نام نہاد فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔

میں حج کے لئے مکہ بھی گیا جہاں میں نے اخوت و اتحاد کا مہتم بالشان منظر دیکھا۔ لیکن وہی منظر ایک چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر مسجد ووکنگ میں بھی عید کے دن نظر آجاتا ہے جہاں ہر ملک و قوم کے مسلمان۔ موجودہ انگلستان آموجود ہوتے ہیں۔ اور ایک ایسے مذہبی۔ اتحاد قلبی کا نمونہ پیش کرتے ہیں جو عیسائیت میں تو نظر نہیں آتا۔ سنی شیعہ اور دیگر جماعتوں کے احباب۔ ایک ہی امام کی

اقتدا میں اپنے اللہ کے حضور شانہ بشانہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان میں کبھی بھی کسی تفرقی یا اختلاف کو نہیں دیکھا۔ میری ناقص رائے میں تو اسلام میں کوئی بھی تشتت و افتراق کی بات نظر نہیں آتی۔

برادران! دوسرے لوگ اس وقت آپ کی تعلیم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور اتحاد پیدا کرنیکے لیئے اپنے فرقی تنازعات کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ اُن میں فرقی اختلافات اساسی اور بنیادی ہیں۔

برادران! آپکے لیئے بھی وقت آچکا ہے کہ آپ بھی ان باتوں کو چھوڑ دیں۔ آپ کے اختلافات ۔اصولی اور اساسی نہیں۔ وقت آچکا ہے کہ ہم یکجان ہو کر اس طرح اسلام کو پیش کریں۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کیا۔ آجکل ہر ایک چیز میں تنظیم کی ضرورت ہے۔ اور میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ مرکزیہ جمعیت تبلیغ اسلام اس امر میں آپ کی خضر راہ ہو۔ اگر ہر ایک مسلمان اُن کے ساتھ ہو اور ان کی معاونت پر کھڑا ہو جائے۔ ایک دوسرے کی معاونت کے بغیر ہم کچھ بھی کام نہیں کر سکتے۔ اور اسی کام کے لیئے آج میں آپکے سامنے اپنی خدمات کو پیش کرتا ہوں۔

خاتمہ سے پہلے میں دو ایک لفظ اس مشفقانہ دعوت کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں جو آپکے پاس مسلم بھائیوں نے بھیجی ہے اور یہ خواہش کی گئی ہے کہ میں اُنکے شہروں میں بھی جاؤں۔ میں اُن کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے ذاتی تعارف کیلئے اس طرح ایک موقع دیا ہے۔ آپکی یہ بھی خواہش ہے کہ اگر میں ان شہروں میں جاؤں تو تبلیغ کے متعلق بھی کچھ کام کروں۔ میرے نزدیک یہ امر بھی بحیثیت صدر کانفرنس، میرے فرائض میں آجاتا ہے۔ میرا خیال تھا کہ میں اپنا کچھ تھوڑا سا وقت ہندوستان میں صرف کروں۔ اور اگر وہ وقت اسلام جیسے مقدس کام میں صرف ہو جائے۔ تو میں تو باری تعالیٰ کی جناب میں اسے کار ثواب ہی سمجھتا ہوں۔ اور حق بات بھی یہی ہے کہ جو وقت خدمت خدا میں گزر جائے وہ نقصان نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے۔ اگر میرے ذاتی معاملات نے انگلستان سے میری غیر حاضری کی زیادہ

وقت کے لیئے اجازت دی تو میں خوشی سے زیادہ دیر یہاں ٹھیرونگا۔ میں آپکے کام یعنی دنیا میں اشاعتِ اسلام کا جان و ادہ ہوں۔ اگرچہ اس وقت اس معاملہ میں آج تک میری کوششیں مغربی ممالک تک ہی محدود رہی ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ میں اُن کے دائرہ میں کیوں مشرق کو نہ لے آؤں۔ آپنے مسجد لندن کی تجویز کے متعلق بھی اشارہ کیا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ اس معاملہ میں بھی میں کچھ کوشش کروں۔ یہ مسجد تو ایک ضرورت حقہ ہے۔ اس سے ہمارے مقدس کام کو بھی بہت تقویت پہنچے گی۔ اور امر اشاعت میں اس سے بڑی بھاری مدد ملیگی۔ اس معاملہ میں جو آپ کی خواہش یا پروگرام ہو۔ میں اُسپر عمل کروں گا۔ جو مقام آپ پسند کریں۔ میں وہاں مسلم دروازوں کو کھٹکھٹاؤں گا۔ اور اپنے بھائیوں کو اس فریضہ کے لیئے بیدار کروں گا۔ جو میری ناقص رائے میں اسلام کی اشاعت میں نہایت مہتم بالشان امر ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ کل کامیابی ایک وسیع سر کی امداد پر منحصر ہے۔ اور اس بات پر بھی خاصکر منحصر ہے کہ برادران اسلام آپ کی اس دعوت پر دل سے لبیک کہیں۔ اس معاملہ میں اُنہیں ایک انگریز مصنف کا قول نہ بھولنا چاہیئے۔ اور در اصل مصنف مذکور تو قرآنی صداقت ہی آپ کو یاد دلاتا ہے۔ یعنی خدا اُنہیں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں ؎

قادر مطلق سے دعا ہے کہ ہماری نصرت و حفاظت فرمائے اور ہماری مساعی کو بارآور کرے ؎ آمین ثم آمین۔